بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا علمائے اہلسنت دیوبند انگریز کے خیر خواہ تھے۔؟؟

ساجد خان نقشبندی

﴿یہ مضمون ایک بریلوی کے چند اعتراضات کے جواب میں لکھا گیا تھا مضمون کی افادیت کی بناء پر اس میں مزید اعتراضات اور ان کے جوابات شامل کر کے ترمیمی اضافوں کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے۔﴾

اعتراض نمبر ۱: مکالمۃ الصدرین ص ۷ میں ہے کہ جمعیت علماء اسلام حکومت کی مالی امداد اور اس کی ایماء پر قائم ہوئی۔

جواب: بریلوی حضرات کا یہ دعوی سرے سے باطل ہے۔

﴿اولا﴾: اس لئے کہ مکالمۃ الصدرین کوئی مستند کتاب نہیں اگر اس کتاب میں درج شدہ باتیں واقعۃ کوئی مکالمہ تھا تو اس پر فریقین کے سربراہوں کے دستخط ہونے چاہئے تھے۔جب کہ اس پر نہ تو حضرت مولانا مدنیؒ کے دستخط ہیں اور نہ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے۔اصل حقیقت اس کی فقط اتنی ہے کہ نظریہ قومیت کے اختلاف کے دنوں میں جمعیۃ علماءِ ھند کے ارکان کا ایک وفد حضرت شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی صاحبؒ کی تیمارداری کیلئے ان کے مکان پر حاضر ہوا۔اس ملاقات میں چند ایک اختلافی مسائل بھی زیر بحث آئے۔ارکان جمعیہ اور حضرت علامہؒ کے سوا اس مجلس میں کوئی اور شخص موجود نہ تھا۔جمعیۃ علمائے ہند کے مخالفین کو جب اس ملاقات کا علم ہوا تو ان بزرگوں کا آپس میں مل بیٹھنا سخت ناگوار گزرا۔چنانچہ ان مخالفین نے بتوسط مولوی محمد طاہر صاحب حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحبؒ کی شخصیت کو استعمال کر کے ایسی صورت حال پیدا کردی کہ ان بزرگوں کو دوبارہ آپس میں مل بیٹھنے کا موقع ہی نہ مل سکے۔مولوی محمد طاہر صاحب نے کچھ باتیں تو حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے حاصل کیں اور بہت سی باتیں اپنی طرف سے ملا کر مکالمۃ الصدرین کے نام سے رسال طبع کرادیا۔اس رسالہ کے غیر مستند ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کے مرتب یعنی مولوی محمد طاہر بزرگوں کی اس ملاقات میں سرے سے شریک ہی نہیں تھے چنانچہ حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں کہ:

مگر خودغرض چالاک لوگوں نے نہ معلوم مولانا (عثمانی) کو کیا سمجھایا اور کس قسم کا پروپگینڈا کیا کہ کچھ عرصہ بعد یہ رسالہ مکالمۃ الصدرین شائع کردیا گیا۔جس میں نہ فریقین کے دستخط ہیں نہ فریق ثانی (اراکین جمعیہ) کو کوئی خبر دی گئی نہ ان میں سے کسی سے تصدیق کرائی گئی۔خود مولانا موصوف کے دستخط بھی نہیں بلکہ مولوی محمد طاہر صاحب کے دستخط ہیں جو اثنائے گفتگو میں موجود تک نہ تھے ﴿کشف حقیقت ص ۸﴾

ارکان جمعیۃ کو جب اس رسالہ کی اشاعت کا علم ہوا تو عوام کے بے حد اصرار پر حضرت مولانا مدنیؒ نے ۱۳۶۵ھ بمطابق ۱۹۴۶ء میں کشف حقیقت کے نام سے اس کا جواب لکھا جو دلی پریس پرنٹنگ سے طبع ہوا (یہ کتاب آپ کو ہماری سائٹ اہلحق پر بریلویوں کے رد میں کتابوں کے سیکشن میں مل جائے گی) جن میں انھوں نے اس بات کی صراحت فرمائی کہ رسالہ مذکورہ اس کے مرتب کے ذہن کی اختراع ہے جسے غلط طور پر علامہ عثمانیؒ کی طرف منسوب کردیا گیا ہے چنانچہ حضرت علامہ مدنیؒ فرماتے ہیں کہ:

مکالمہ مذکورہ مولوی محمد طاہر صاحب ہی کا اثر خامہ اور ان ہی کے فہم وخیالات کا نتیجہ ہے۔اور ہماری باہمی گفتگو کو صرف ان خیالات وافکار کا حیلہ بنایا گیا ہے اور اسی لئے یہ حقیقت سے دور اور کذب وافتراء کا مجموعہ ہے۔﴿کشف حقیقت ص ۹﴾

نیز فرماتے ہیں کہ

اگر واقع میں یہ تمام تحریر مولانا شبیر احمد عثمانی کی مصدقہ تھی تو مولانا نے اس پر دستخط کیوں نہ فرمائے؟ اور اگر اس میں صداقت اور واقعیت تھی تو قبل اشاعت جمعیت کو دکھایا کیوں نہیں گیا۔﴿کشف حقیقت ص ۱۰﴾

یعنی حضرت علامہ عثمانیؒ کا اس پر دستخط نہ کرنا ہی اس چیز کی دلیل ہے کہ یہ رسالہ ان کا مصدقہ نہیں بلکہ مخالفین نے ان بزرگوں کے درمیان مزید بعد پیدا کرنے کیلئے اس کی نسبت حضرت علامہ عثمانیؒ کی طرف کر دی۔ چنانچہ حضرت مولانا مدنیؒ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

چونکہ اس (مکالمۃ الصدرین) کی نسبت علامہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کی طرف کی گئی ہے اس لئے اس سے لوگوں کو بہت سے شبہات اور خلجانات پیدا ہوئے اور وہ ہماری طرف رجوع ہوئے۔ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ بلا شبہ اس میں اکاذیب اور غلط بیانیاں ہیں کہ جن کو دیکھ کر ہماری حیرت کی کوئی انتہاء نہ رہی اور بغیر افسوس اور انا للہ وانا الیہ رجعون پڑھنے کے اور کوئی چارہ کار نظر نہ آیا﴿ایضا ص ۴﴾

ان حقائق سے صاف ظاہر ہے کہ مکالمۃ الصدرین کوئی مستند اور مصدقہ کتاب نہیں یہ ایک غیر مستند کتاب ہے تو اس پر کسی دعوے کی بنیاد رکھنا ہی سرے سے غلط ہے میری تمام بریلوی حضرات سے گزارش ہے کہ خود کشف حقیقت کا مطالعہ کریں جو ہماری سائٹ سے فری میں ڈاؤنلوڈ کر سکتے ہیں انشاء اللہ آپ پر تاریخ کے کئی مخفی راز عیاں ہونگے۔

ثانیا: یہ بات مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سے نقل کی گئی مکالمۃ الصدرین میں اور مولانا نے خود ان تمام باتوں کی تردید کی ہے کشف حقیقت میں اس تردید کی تفصیل موجود ہے جس میں سے کچھ عبارتیں ہم آئندہ پیش کریں گے۔ پس جب کتاب غیر مستند اس کی راوی کی تردید موجود تو ایسے حوالے سے استدلال کرنا سوائے دل ماؤف کو تسکین دینا نہیں تو اور کیا ہے۔

ثالثا: خود مکالمۃ الصدرین کے آگے والے صفحہ میں یہ عبارت موجود ہے کہ انگریز کی طرف سے یہ نوٹ لکھا گیا کہ

ایسے لوگوں یا انجمنوں پر حکومت کا روپیہ صرف کرنا بالکل بے کار ہے اس پر آئندہ کیلئے امداد بند ہوگئی۔﴿مکالمۃ الصدرین، ص ۸﴾

پس اگر جمعیت علمائے اسلام انگریز حکومت کی حمایت یافتہ تھی اور اس کی پشت پناہی حاصل تھی تو انگریز نے یہ حمایت اور یہ امداد بند کیوں کر دی۔۔؟؟؟ اور کیوں یہ کہا کہ ایسے انجمنوں پر پیسہ لگانا فضول ہے۔

اس سے آپ حضرات **"سابقہ دیوبندی کلین شیو"** خلیل رانا صاحب کے دجل و فریب کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

باقی رہا جمعیت علمائے ہند کا انگریز کے خلاف جدوجہد تو الحمد للہ اس پر اب تک پوری پوری کتابیں لکھی جا چکی ہیں اس جماعت کو ایسے اکابرین بھی ملے جنھوں نے اپنی آدھی سے زیادہ زندگیاں جیلوں میں گزار دیں میں یہاں صرف ایک حوالہ پیش کرتا ہوں:

جمعیت علمائے ہند کے ۱۹۲۰ کے اجلاس میں جو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں ہوا انگریز کے خلاف یہ فتوی صادر کیا گیا:

مسلمانوں کیلئے ایسی ملازمت جس میں دشمنان اسلام (انگریز) کی اعانت و امداد ہو اور اپنے بھائیوں کو قتل کرنا پڑے قطعاً حرام ہیں۔

اس فتوے پر چار سو چوہتر علماء نے دستخط کئے اور اسی فتوے کے بعد تحریک ترک موالات شروع ہوئی ۱۹۲۱ میں جمعیت کا یہ فتوی ضبط کر لیا گیا مگر جمعیت نے قانون شکنی کر کے بار بار اس کو شائع کیا۔ اور اسی تحریک میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ "اسیر مالٹا" ہوئے۔ غور فرمائیں انگریز کی روٹیوں پر پلنے والے اس طرح ہوتے ہیں؟؟۔ اگر یہ لوگ بھی انگریز کی جوتیاں چاٹنے والے ہوتے تو جیلیں آباد کرنے کے بجائے احمد رضا خان کی طرح ساری زندگی "بریلی" کے ایک حجرے میں بیٹھ کر ہر اس تحریک پر کفر کا فتوی لگاتے جو انگریز کی مخالفت پر کمر بستہ ہو۔

اعتراض نمبر ۲: تبلیغی جماعت کو بھی ابتداء میں حاجی رشید احمد کے ذریعہ حکومت سے کچھ روپیہ ملتا۔ مکالمۃ الصدرین، ص ۸۔

جواب: اس سے بھی فریق مخالف کو کوئی فائدہ نہیں

اولا: اس لئے کہ مکالمۃ الصدرین کی حقیقت پہلے بیان ہوچکی ہے وہ غیر معتبر کتاب ہے لہٰذا اس پر کسی دعوے کی بنیاد رکھنا ہی درست نہیں۔

ثانیا: یہ روایت بھی مولانا حفظ الرحمٰن کے حوالے سے ہے اور مولانا نے خود اس کی پرزور تردید کی ہے:

چنانچہ کشف حقیقت ص ۴۲ میں یہ عنوان ہے مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کا بیان اور پھر ص ۴۴ میں مکالمۃ الصدرین کے حوالے سے لکھا کہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے کہا کہ مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداء حکومت کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہوگیا مکالمۃ الصدرین اس کا جواب حضرت حفظ الرحمٰن سیوہاروی ناظم جمعیۃ علماء ہند یہ دیتے ہیں:

وکفی باللہ شھیدا اس کا ایک ایک حرف افتراء اور بہتان ہے میں نے ہرگز ہرگز یہ کلمات نہیں کہے اور نہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک کے متعلق یہ بات کہی گئی ہے سبحانک ھذا ابھتان عظیم۔ بلکہ مرتب صاحب (مولوی محمد طاہر مسلم لیگی) نے اپنی روانی طبع سے اس کو گھڑ کر اس لئے میری جانب منسوب کرنا ضروری سمجھا کہ اس کے ذریعہ سے حضرت مولانا الیاس صاحب کی تحریک سے والہانہ شغف رکھنے والے ان مخلصوں کو بھی جمعیۃ علماء ہند سے برہم اور متنفر کرنے کی ناکام سعی کریں جو جمعیۃ علماء ہند کے اکابر و رفقاء کار کے ساتھ بھی مخلصانہ عقیدت اور تعلق رکھتے ہیں اب یہ قارئین کرام کا اپنا فرض ہے کہ وہ اس تحریر کو صحیح قرار دیں جس کی بنیاد شرعی اور اختلافی احساسات کو نظر انداز کرکے محض جھوٹے پروپگینڈے پر قائم کی گئی ہے یا اس سلسلہ میں میری گزارش اور تردید پر یقین فرمائیں البتہ میں مرتب صاحب کی اس بے جا جسارت کے متعلق اس سے اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتا ہوں والی اللہ المشتکی واللہ بصیر بالعباد۔ انتھی بلفظہ کشف حقیقت ص ۴۴، ۴۵۔

ایسی واضح اور صریح تردید کی موجودگی میں تبلیغی جماعت کو سرکار برطانیہ کا ہمدرد اور نمک خوار ثابت کرنا کہاں کا انصاف و دیانت ہے؟ سچ کہا

نور خدا ہے کفر کی حرکت پر خندہ زن — پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

ثالثا: اس لئے کہ فریق مخالف نے عبارت نقل کرنے میں بھی دجل سے کام لیا ہے اور پوری عبارت نقل نہیں کی جو اس طرح ہے کہ:

اس ضمن میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے کہا کہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ابتداء حکومت کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد کچھ روپیہ ملتا تھا۔ **پھر بند ہوگیا**۔ ص ۸۔

خلیل رانا صاحب نے اپنے اعلیحضرت اور دیگر اکابر کا روایتی طریقہ واردات اختیار کرتے ہوئے آخری خط کشیدہ جملہ حذف کردیا ہے یہ جملہ باقی رہتا اور حذف نہ کیا جاتا تو ہر قاری یہ سوچنے پر مجبور ہوتا کہ:

(۱) اگر تبلیغی جماعت گورنمنٹ کے مقاصد کیلئے استعمال ہو رہی تھی تو یہ روپیہ بند کیوں کردیا گیا؟ اس روپیہ کا بند ہوجانا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ تبلیغی جماعت گورنمنٹ کے مقاصد کیلئے استعمال نہ ہوسکی اور انگریز کو اس کی توقع بھی نہ تھی ورنہ رقم کبھی بند نہ ہوتی رقم کا بند ہوجانا اور بند کردینا ہی اس کی روشن دلیل ہے کہ تبلیغی جماعت انگریز کیلئے آلہ کار نہیں بنی اور بفضلہ تعالیٰ پہلے سے اب جماعت تمام دنیا میں زیادہ عروج پر ہے اور ان ملکوں اور علاقوں میں بھی کام کررہی ہے جو انگریزوں کے سخت مخالف ہے۔

(۲) انگریز کچھ لوگوں اور بعض انجمنوں کو اپنے جال میں پھنسانے کیلئے ابتداء کچھ رقمیں دیا کرتا تھا پھر بند کردیں۔۔ چنانچہ مذکورہ بالا عبارت سے متصل ہی یہ عبارت بھی مذکور ہے کہ (ایک سرکاری ہندو افسر نے) گورنمنٹ کو نوٹ لکھا جس میں دکھلایا گیا کہ ایسے لوگوں یا انجمنوں پر حکومت کا روپیہ صرف کرنا بالکل بے کار ہے اس پر آئندہ کیلئے امداد بند ہوگئی۔

اس سرکاری افسر کے بیان سے بالکل عیاں ہوگیا کہ جن لوگوں اور انجمنوں کو جال میں پھنسانے کیلئے انگریز کچھ رقمیں دیا کرتا تھا وہ بند کردی گئی تھیں کیونکہ ان میں رقمیں صرف کرنا بالکل بے کار تھا اس لئے کہ ان سے انگریز کے حامی ہونے کی قطعا کوئی توقع نہ تھی۔ جو بزبان حال یوں گویا ہے

ہزار دام سے نکلا ہوں کہ ایک جنبش سے — جسے غرور ہو آئے کرے شکار مجھے

الفضل ما شهدت به الاعداء

تبلیغی جماعت کے متعلق بریلویوں کے روحانی پیشوا نظام الدین مرولوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

تبلیغی جماعت کی کوششیں بے حد مخلصانہ ہیں لیکن اس کے نتائج خاطر خواہ برآمد نہیں ہو رہے ہیں۔ (ھوالمعظم، ص ۲۷)

اس کے نتائج خاطر خواہ کیسے ظاہر ہوں (بقول نظام الدین مرولوی صاحب کے) جبکہ بریلوی حضرات کی طرف سے اس کی مخالفت کی سر توڑ کوششیں کی جا رہی ہیں ان کے بستروں کو مسجدوں سے باہر پھینک دیا جاتا ہے خود تو کبھی گھروں سے نکلنے کی توفیق نہ ہو اور تبلیغی جماعت جنھوں نے لاکھوں انگریزوں کو مسلمان کیا پر انگریز کے ایجنٹ ہونے کا الزام لگایا جائے ان کو وہابی کہہ کر بدنام کیا جائے۔

اعتراض نمبر ۳: حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو ۶۰۰ روپے انگریز سے ملتے تھے ملاحظہ مکالمۃ الصدرین اس امر کی تردید خود حضرت تھانوی صاحب بھی نہ کر سکے ملاحظہ ہو الاضافات الیومیہ ص ۶۹ ج ۶۔

جواب: یہ حوالہ بھی فریق مخالف کیلئے سود مند نہیں اس لئے کہ

﴿اولا﴾ مکالمۃ الصدرین کی حقیقت واضح کی جا چکی ہے ایسی غیر مستند کتاب پر کسی دعوے کی بنیاد رکھنا ہی جہالت ہے۔

﴿ثانیا﴾: اگر بالفرض اس مکالمہ کو مصدقہ تسلیم کر بھی لیا جائے تو بھی بریلوی حضرات کا یہ دعوی کہ مکالمہ الصدرین میں تسلیم کیا گیا ہے کہ مولانا تھانویؒ انگریز سے چھ سو روپے ماہوار لیا کرتے تھے سراسر دجل اور صریح افتراء ہے کیونکہ مکالمہ میں حضرت علامہ عثمانیؒ کی اصل عبارت اس طرح منقول ہے فرماتے ہیں کہ:

عام دستور ہے کہ جب کوئی شخص کسی سیاسی جماعت یا تحریک کا مخالف ہو تو اس قسم کی باتیں اس کے حق میں مشتہر کی جاتی ہیں۔ دیکھئے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ہمارے اور آپ کے مسلم بزرگ پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ان کو چھ سو روپے ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔ ﴿مکالمۃ الصدرین ص ۹﴾

اس عبارت میں حضرت عثمانیؒ صاف لفظوں میں اس الزام کو مخالفین کا سیاسی پروپیگنڈا قرار دے رہے ہیں لیکن بریلوی حضرات کا دجل ملاحظہ فرمائیں کہ وہ پوری عبارت نقل کرنے کے بجائے صفحہ کو ایک مخصوص جگہ سے کاٹ کر پیش کرتے ہیں۔ فالی اللہ المشتکی۔

﴿ثالثا﴾: اگر مکالمہ کے حوالے بالفرض سے اس الزام کو درست بھی مان لیا جائے تو بھی اس کی کوئی اخلاقی حیثیت نہیں ہے۔ کیونکہ خود حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے اس الزام کی تردید موجود ہے۔ چنانچہ جب حکیم الامتؒ کو جب اس الزام کا علم ہوا تو برا حکیمانہ جواب دیا فرمایا:

اگر چھ سو روپے گورنمنٹ سے پاتا ہوں تو طمع ہے خوف نہیں اور اگر طمع کا یہ عالم ہے تو تم نو سو روپے دے کر اپنے موافق کر لو۔ اگر قبول کر لوں تو صحیح ورنہ غلط۔ ﴿الاضافات الیومیہ ص ۱۹۸ ج ۴، بحوالہ مولانا اشرف علی تھانوی اور تحریک آزادی ص ۵۴﴾۔

جبکہ اس کے مقابلے میں فریق مخالف کے اعلحضرت کی حکومت انگریز کیلئے وفاداری کا اقرار خود انگریزوں نے کیا ہے ملاحظہ ہو:

The mashrik of gorakhpor and albashir usually took note the pro-government fatwas of Ahmed raza Khan.(Separatism among india Muslims,page 268).

انگریز مورخ سر فرانسس رابنسن کی کتاب علماء فرنگی محل اینڈ اسلامی کلچر میں مندرجہ ذیل الفاظ میں احمد رضا خان کی خدمات کا اعتراف کیا گیا ہے:

The actions of One learned man ,the very influcntional Ahmed Rada Khan (1855,1921) of

barielly,present our conlusion yet more Clearly....at the same time he Support the colonial Government loudly and vigorousily through world warI,and through the khilafat Movement when he opposed mahatma Gnadhi allaince with tha nationalist movement and and non-Cooperation with the british.(ulam farange Mehal and Islamic culture page) Khan ahmed rada of bareilly 37,37 & 47,58,67 and Support for the British 196(Index ,ulma farangi mehal and Islamic Culture page 263)

جبکہ اس کے برخلاف خود انگریز مورخین نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ ہمارے راستے میں سب سے سخت رکاوٹ دار العلوم دیو بند تھا ملاحظہ ہو:

The most Vital School of Ulma in india is the second Half of the initeenth Century was that centerd upon Deoband,the Darul Uloom.(The Muslims or british India,byP.Hardy page 170).

اعلی حضرت اعلی سیرت کے صفحہ ۳۳ اور اسی طرح حیات اعلی حضرت میں یہ بات موجود ہے کہ مولوی احمد رضا خان کے دادا نے گورنمنٹ کی پولیٹیکل خدمات انجام دی جس کے عوض ان کو آٹھ گاؤں جاگیر میں ملے اور ان کے ساتھ آٹھ سو فوجیوں کی بٹالین ہوا کرتی تھی۔

شاہ عبد العزیزؒ کے فتوے کے خلاف کے ہندوستان دار الحرب ہے اعلی حضرت نے ہندوستان کے دار السلام ہونے کا فتوی دیا اس لئے کہ دار السلام میں جہاد جائز نہیں۔ اس کے علاوہ اس مکتبہ فکر نے آزادی کے ہر متوالے پر کفر کے فتوے لگا کر عوام کو ان سے بدظن کرنے کی کوشش کی۔ ۱۹۱۴ میں الدلائل القاہرہ علی الکفرۃ النیاشرہ کے نام سے فتوی شائع ہوا جس میں خان صاحب کے علاوہ کئی بریلوی علمائے کے تصدیقات موجود تھے جس میں قائد اعظم کو کافر کہا گیا اور مسلم لیگ سے ہر قسم کے تعاون کو حرام قرار دیا گیا۔ ان کے مولوی حشمت علی نے مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری کے نام سے کتاب لکھی جس میں قائد اعظم کو کافر قرار دیا گیا۔ مولوی مصطفیٰ رضا خان نے اس زمانے میں مسلمانوں کے دلوں سے کعبہ و مدینہ کی محبت نکالنے کیلئے حج کے ساقط ہونے کا فتوی دیا اور آج بھی بریلوی برملا امام کعبہ اور مدینہ کو کافر لکھتے اور کہتے ہیں۔ مصطفیٰ رضا خان نے ایک کتاب لکھی اس زمانہ میں جواب نایاب ہے رسالۃ الامارہ والجہاد جس میں انگریز سے جہاد کو حرام قرار دیا گیا تھا۔ یہ چند مثالیں میں نے دے دی ہے ورنہ ان کی غداریوں سے تاریخ کے صفحات آج بھی بھرے پڑے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے تاریخ آزادی میں کہیں بھی اس گروہ کا نام ونشان نہیں جس کا اعتراف خود مولوی احمد رضا خان کے سوانح نگار کرتے ہیں کہ اور اس کا الزام مورخین پر ڈالتے ہیں کہ انھوں نے محض تعصب کی وجہ سے ہمارے اعلحضرت کا ذکر کہیں نہیں کیا اور وہابی (یعنی دیو بند) کی خدمات سے ساری تاریخ کو بھر دیا۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کے حوالے سے بھی آپ نے اپنی ''مخصوص رضا خانیت'' کا مظاہرہ کیا ہے پوری عبارت اس طرح ہے:

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تحریکات کے زمانہ میں میرے متعلق یہ مشہور کیا گیا تھا کہ چھ سو روپیہ ماہانہ گورنمنٹ سے پاتا ہے ایک شخص نے ایک ایسے ہی مدعی سے کہا کہ اس سے یہ تو معلوم ہوگیا کہ یہ خوف سے متاثر نہیں لیکن طمع سے متاثر ہے بلکہ خوف سے تو گورنمنٹ ہی متاثر ہوئی چنانچہ تمھیں اور ہمیں سو روپیہ نہیں دیتی تو اب اس کا امتحان یہ ہے کہ تم نو سو روپے دیکر اپنی موافق فتوی لے لو اگر وہ قبول کر لے تو وہ بات صحیح ہے ورنہ وہ بھی جھوٹ۔ ﴿الافاضات الیومیہ، ج۶، ص ۱۰۳، ملفوظ نمبر ۸۸﴾

غور فرمائیں کس حکیمانہ اور بلیغ انداز میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس الزام کی تردید کر رہے ہیں مگر خلیل رانا صاحب کہتے ہیں کہ نہیں وہ تو

تردید نہیں بلکہ تصدیق کررہے ہیں۔تف ہے ایسی تحقیق پر اور ایسی دیانت پر۔۔۔ہم بار بار خلیل رانا صاحب کو یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ حوالہ دیتے ہوئے یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ ان حوالہ جات کو کل کو کوئی چیک بھی کرسکتا ہے۔۔

اعتراض: تھا کون جو انگریز کو کہتا رحمت؟ کس نے کیا گوروں کے وظیفے پر گزارا

جواب: ارے وہی جس کی وفاداری کے گن گاتے انگریز بھی بھائی وہی جن کو سیر کرائی جاتی ہے پیغا گون کی آج بھی

(روزنامہ وقت لاہور ۱۰ مئی ۲۰۱۰ء کی خبر کے مطابق بریلوی علماء و مشائخ کو انتہاء پسندی کے خلاف پیغا گون میں تربیت دی جائے گی۔)

اعتراض نمبر۴: مولانا رشید احمد گنگوہی اور قاسم نانوتوی صاحب اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے۔ملاحظہ ہو تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۷۹۔

جواب: فریق مخالف کا یہ حوالہ بھی بالکل سودمند نہیں اس لئے کہ انھوں نے تو یہ ثابت کرنا تھا کہ حضرت گنگوہی اور حضرت حجۃ الاسلام رحمہما اللہ انگریز کے وفادار تھے اور اس کے خلاف انھوں نے کچھ نہ کہا مذکورہ بالا عبارت مولف تذکرۃ الرشید کی ہے جس کے ذمہ دار وہ خود ہیں کسی اور کی عبارت کو لیکر کسی اور پر فٹ کرنا کہاں کا انصاف ہے۔۔؟؟ آپ کا یہ ثابت کرنا کہ ان حضرات نے انگریز کی مخالفت نہیں کہ قطعا باطل اور مردود ہے جبکہ خود اسی تذکرۃ الرشید میں یہ حوالے بھی موجود ہیں کہ:

(۱) تینوں حضرات (حاجی امداد اللہ صاحب،حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ) کے نام چونکہ وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکے ہیں اور گرفتار کنندہ کیلئے صلہ (انعام) تجویز ہو چکا تھا اس لئے لوگ تلاش میں ساعی اور حراست کی تگ و دو میں پھرتے تھے۔﴿تذکرۃ الرشید، ج ۱،ص ۷۷﴾

(۲) روش (پولیس) رامپور پہنچی اور حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ حکیم ضیاء الدین صاحب کے مکان سے گرفتار ہوئے تخمینے سے یہ زمانہ ۱۲۷۵ھ کا ختم یا ۱۲۷۶ کا شروع سال ہے (الی قولہ) آپ کے چاروں طرف محافظ پہرہ دار تعیات کردئے گئے اور بند بیل (بیل گاڑی) میں آپ کو سوار کرکے سہارنپور چلتا کردیا گیا (الی قولہ) حضرت مولانا سہارنپور پہنچتے ہی جیل خانہ بھیج دئے گئے اور حوالات میں بند ہو کر جنگی پہرہ کی نگرانی میں دے دئے گئے۔﴿تذکرۃ الرشید، ج ۱،ص ۸۲﴾

(۳) حضرت مولانا تین یا چار یوم کال کوٹھری میں اور پندرہ دن جیل خانہ کی حوالات میں قید رہے تحقیقات پر تحقیقات اور پیشی پر پیشی ہوتی رہی آخر عدالت سے حکم ہوا کہ تھانہ بھون کا قصہ ہے اس لئے مظفر نگر منتقل کیا جائے چنانچہ امام ربانی جنگی حراست اور ننگی تلواروں کے پہرہ میں براہ دیو بند و پڑاؤ کر کے پاپیادہ مظفر نگر لائے گئے اور اب یہاں کے جیل خانہ میں بند کردئے گئے۔(الی قولہ) مظفر نگر کے جیل خانہ میں حضرت کو کم و بیش چھ ماہ رہنے کا اتفاق ہوا اس اثناء میں آپ کی استقامت، جوانمردی، استقلال کی پختگی ،توکل، رضا،تدین، اتقاء، شجاعت، ہمت، اور سب پر طرہ حق تعالی کی اطاعت و محبت جو آپ کی رگ رگ میں سرایت کئے ہوئے تھی اس درجہ حیرت انگیز ثابت ہوئیں کہ جن کی نظیر نہیں نظر ملتی۔﴿تذکرۃ الرشید، ج ۱،ص ۸۴﴾

(۴) حضرت امام ربانی قطب الارشاد مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ کو اس سلسلہ میں امتحان کا بڑا مرحلہ طے کرنا تھا اس لئے گرفتار ہوئے اور چھ مہینے حوالہ جات میں بھی رہے۔﴿تذکرۃ الرشید، ج ۱،ص ۷۹﴾

ان تمام واضح حوالوں سے حضرت مولانا گنگوہی اور ان کے رفقاء کا گرفتار ہونا جنگی حراست میں رہنا حوالہ جات اور کال کوٹھریوں کا آباد کرنا اور قید و بند کی صعوبتیں اٹھانا روز روشن کی طرح واضح ہے اور ہمارا مدعی بھی یہی ہے۔غرض ان کو انگریز کا وفادار ثابت کرنا تاریخ کو مسخ کرنا ہے اور خلیل رانا صاحب نے جو مجمل اور مبہم حوالہ دیا ہے اس سے انکا مدعی ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا یہ مجمل عبارت صرف اس کا مصداق ہے

تم جو دیتے ہو نوشتہ وہ نوشتہ کیا ہے جس میں ایک حرف وفا بھی کہیں مذکور نہیں

لفظ "سرکار" کا اطلاق رب تعالیٰ (حقیقی سرکار) پر بھی ہوتا ہے

اصل میں فریق مخالف کو اس عبارت میں لفظ "مہربان سرکار" سے مغالطہ ہوا ہے حالانکہ یہ لفظ دیگر متعدد معنوں کے علاوہ مالک حقیقی آقا اور ولی نعمت پر بھی صادق آتا ہے چنانچہ فرہنگ آصفیہ ج ۳ ص ۷۰ میں سرکار کے معنی سردار، میر، پیشوا، رئیس، آقا، ولی نعمت اور والی وغیرہ کے کئے گئے ہیں۔

اور پھر "مولف تذکرۃ الرشید" جس طرح لفظ سرکار کا انگریز پر اطلاق کرتے ہیں اسی طرح "اللہ تعالیٰ" پر بھی اس کا اطلاق کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے سہارنپور جیل سے مظفر نگر منتقل کرنے کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

سنا ہے کہ دیوبند کے قریب سے گذرنے پر مولانا قاسم العلوم نظر براہ راستہ سے کچھ ہٹ کر بغرض ملاقات پہلے سے آ کھڑے ہوئے تھے گو خود بھی مخدوش حالت میں تھے مگر بیتابی شوق نے اس وقت چھپنے نہ دیا اور دور ہی دور سے سلام ہوئے ایک نے دوسرے کو دیکھا مسکرائے اور اشاروں ہی اشاروں میں خدائے تعالیٰ کے وہ وعدے یاد دلائے جو سچے سرکاری خیر خواہوں اور امتحانی مصیبتوں پر صبر و استقلال کرنے والوں کیلئے انجام کار ودیعت رکھے گئے ہیں۔ (تذکرۃ الرشید، ج ۱، ص ۸۴)

بالکل واضح امر ہے کہ یہ وعدے اللہ تعالیٰ کے واللہ مع الصبرین ،و ان جندنا لھم الغلبون ،انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیوۃ الدنیا اورفان حزب اللہ ھم الغلبون وغیرہ کلمات جو قرآن کریم میں موجود ہیں۔ سچی سرکار، آقائے حقیقی اور مالک الملک کے مخلص بندوں کیلئے ہیں جو امتحان میں کامیاب ہوتے ہیں۔ یہاں سرکار کے لفظ سے اللہ تعالیٰ ہی کی ذات مقدسہ مراد ہے۔

اعتراض نمبر ۵: حافظ ضامن، قاسم نانوتوی، رشید گنگوہی انگریز کی حمایت میں لڑے اور اور حافظ ضامن "شہید" ہو گئے۔ تذکرۃ الرشید، ج ۱، ص ۷۴، ۷۵

جواب: لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ خلیل رانا صاحب اتنا صریح دھوکہ۔ ہم نے یہ صفحہ بار بار چیک کیا اور کہیں ہمیں یہ عبارت نہیں ملی کہ حافظ ضامن صاحب انگریز کی حمایت میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے تاریخ کا ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ ان کی شہادت شاملی کے میدان میں انگریز کے خلاف لڑتے ہوئے ہوئی۔ مگر آپ کس طرح خدا خوفی سے بے پرواہ ہو کر جھوٹ پر جھوٹ بولے جا رہے ہیں۔ جن صفحات کا حوالہ آپ نے دیا ہے اس میں بھی اسی شاملی کے معرکہ کا ذکر ہو رہا ہے۔ آپ میں اگر ذرا بھی انصاف و دیانت کا مادہ ہے تو جو عبارت آپ نے نقل کی ہے اس کتاب کا اصل عکسی حوالہ دے کر بعینہ ثابت کریں ورنہ

لعنۃ اللہ علی الکاذبین

کا وظیفہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کریں۔

۱۸۵۷ کی جنگ آزادی حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں لڑی گئی اور شاملی کے میدان پر قبضہ کر لیا گیا جو ایک ماہ تک رہا۔

☆ حاجی امداد اللہ صاحب کو امام، مولانا قاسم نانوتویؒ کو سپہ سالار افواج مولانا رشید احمد گنگوہی کو قاضی، مولانا محمد منیر نانوتویؒ اور حافظ محمد ضامن کو میمنہ اور میسرہ کے افسر مقرر کئے گئے۔ ﴿سوانح قاسمی، ج ۲، ص ۱۲۷﴾

☆ اس معرکہ میں حافظ محمد ضامن شہید ہوئے حضرت حاجی صاحب اور مولانا رحمت اللہ کیرانوی مکہ مکرمہ کی طرف ہجرت کر گئے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ روپوش ہو گئے اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ گرفتار کر لئے گئے۔ مولانا گنگوہی کو سہارنپور کی جیل میں قید کر دیا گیا۔ تین چار یوم کال کوٹھری میں رہے اور پندرہ دن جیل خانہ کی حوالات میں قید رہے۔ آخر عدالت سے حکم ہوا تھانہ بھون کا قصہ ہے اس لئے مظفر نگر منتقل کیا جائے۔ چنانچہ جنگی حراست اور ننگی تلواروں کے پہرے میں براستہ دیوبند چند پڑاؤ کر کے پاپیادہ مظفر نگر لائے گئے اور حوالات کے اندر بند کر دئے گئے چھ ماہ قید رہے آخر

چھوڑدئے گئے۔ ﴿ایسٹ انڈیا کمپنی کے باغی علماء، ص۱۱۳، از مفتی انتظام اللہ شہابی﴾۔

جناب پروفیسر محمد ایوب صاحب قادری مرحوم لکھتے ہیں کہ

☆ اسی (۱۸۵۷ کی جنگ آزادی) میں حافظ محمد ضامنؒ صاحب کو گولی لگی اور وہ شہید ہو گئے آخر میں مجاہدین کے پاؤں بھی اکھڑ گئے انگریزوں نے قبضہ کرنے کے بعد تھانہ بھون کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ ﴿جنگ آزادی، ص۱۸۱﴾

نوٹ: پروفیسر ایوب قادری بریلوی حضرات کے ہاں بھی مستند مانے جاتے ہیں عبد الحکیم شرف قادری نے اپنی کتاب پر ان سے تقریظ لکھوائی اور ان کے انتقال پر اظہار غم بھی کیا۔

غرض یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت حافظ ضامن صاحب انگریز کے خلاف لڑتے ہوئے شاملی کے میدان میں شہید ہوئے مگر فریق مخالف کا سوءظن دیوبند دشمنی ملاحظہ ہو کہ جھوٹ پر جھوٹ بولتے ہوئے بھی کچھ حیا نہیں۔ ہمیں تو یوں لگتا ہے کہ خلیل رانا صاحب یہ تمام حوالے کسی بریلوی ملاں کے رسالے سے ہی کاپی پیسٹ کرتے ہیں اس لئے کہ ظاہر ہے کہ بندہ ایک دو حوالوں میں چلو دھوکہ دہی کردے مگر ان کا ہر حوالہ دجل وفریب کا شاہکار ہوتا ہے۔ پہلے تو ہم ان کو ان کی داڑھی کا واسطہ دیتے کہ چہرے پر سجائی اس سنت رسول ﷺ سے ہی شرما جاؤ مگر ان کی تو داڑھی بھی نہیں واسطہ دیں بھی تو کس کا۔۔۔؟؟؟

اعتراض نمبر ۶: شاہ اسمعیل صاحب نے انگریز کی حمایت میں لڑنے کا فتوی دیا۔ ملاحظہ ہو حیات طیبہ ص ۳۶۴۔

جواب: یہ بھی آپ کا دجل وفریب ہے اس لیے کہ اگر چہ شاہ صاحب اور ان کی جماعت کا براہ راست انگریز سے مقابلہ نہیں ہوا تھا مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ انگریز کے حامی تھے یا کوئی ایجنٹ تھے چنانچہ خود انگریز مورخ کیپٹن کنگھم تاریخ سکھ میں لکھتا ہے کہ

"سید احمد کے عمل سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ کافروں سے مراد انکی صرف سکھ تھے لیکن ان کے صحیح مقاصد پورے طور پر نہیں سمجھے گئے، وہ انگریزوں پر حملہ کرنے میں محتاط ضرور تھے لیکن ایک وسیع اور آباد ملک پر ایک دور دراز قوم کا اقتدار ان کی مخالفت کے لیے کافی سبب تھا"۔

(سیرت سید احمد شہید صفحہ نمبر ۲۷۷)

نواب امیر خان انگریز کے خلاف تھے اور اسکے خلاف لڑے بھی۔ سید احمد صاحب ان کی فوج میں ۶ سال رہے مگر جب بعض مجبوریوں کی وجہ سے انگریز سے مصالحت کرنی پڑی تو سید احمد شہید نے اس کی شدید مخالفت کی اور متعدد بار ان کو منع کیا اور کہا کہ یہ کفار بڑے دغا باز ہیں، کچھ آپ کے واسطے تنخواہ یا جاگیر وغیرہ مقرر کرکے بٹھا دیں گے کہ روٹیاں کھایا کیجئے پھر یہ بات ہاتھ سے جاتی رہے گی۔ مگر جب نواب صاحب نہ مانے تو سید صاحب یہ کہہ کر رخصت ہو گئے کہ اچھا آپ انگریزوں سے ملتے ہیں تو میں رخصت ہوتا ہوں، نواب صاحب نے روکنے کی بہت کوشش کی مگر سید صاحب نہ مانے اور لشکر سے رخصت ہو گئے۔ (سیرت سید احمد شہید صفحہ نمبر ۴۳)

انگریز کے خلاف ان کے عزائم اور مقاصد کا اندازہ مندرجہ ذیل مکتوب سے بھی لگایا جا سکتا ہے جو انہوں گوالیار کے ایک وزیر کو لکھا۔

جناب کو خوب معلوم ہے کہ پردیسی، سمندر پار کے رہنے والے، دنیا جہاں کے تاجدار اور یہ سودا بیچنے والے تاجر سلطنت کے مالک بن گئے، بڑے بڑے امیروں کی امارت اور بڑے بڑے اہل حکومت کی حکومت اور ان کی عزت کو انہوں نے خاک میں ملا دیا، جو حکومت وسیاست کے مرد میدان تھے وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں اس لیے مجبوراً چند غریب وبے سروسامان کمر ہمت باندھ کر کھڑے ہو گئے اور محض اللہ کے دین کی خدمت کیلئے اپنے گھروں سے نکل آئے۔ یہ اللہ کے بندے ہرگز دنیا دار اور جاہ طلب نہیں ہیں۔ محض اللہ کے دین کی خدمت کیلئے اٹھے ہیں مال ودولت کی ان کو ذرہ برابر بھی طمع نہیں جس وقت ہندوستان ان غیر ملکی دشمنوں سے خالی ہو جائے گا ہماری کوششوں کا تیر مراد نشانوں تک پہنچ جائے گا۔ الخ

(سیرت سید احمد شہید، جلد اول صفحہ نمبر ۱۶۷،۱۶۲۔ نقش حیات جلد ا ،صفحہ نمبر ۴۰۴۔۵۰۴)

؎اس تحریک کے کارکنوں کے عزائم کا اندازہ سید صاحب کے مندرجہ ذیل مکتوب سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے جو انہوں نے مسلمان وزیر غلام حیدر خان کو لکھا۔

ملک ہندوستان کا بڑا حصہ غیر ملکیوں کے قبضے میں چلا گیا ہے اور انہوں نے ہر جگہ ظلم و زیادتی پر کمر باندھی ہے۔ ہندوستان کے حاکموں کی حکومت برباد ہوگئی، کسی کو ان سے مقابلے کی تاب نہیں بلکہ ہر ایک ان کو اپنا آقا سمجھنے لگا ہے چونکہ بڑے بڑے اہل حکومت ان کا مقابلہ کرنے کا خیال ترک کر کے بیٹھ گئے ہیں اس لیے چند کمزور و بے حیثیت اشخاص نے اس کا بیڑہ اٹھایا۔

(سیرت سید احمد شہید، صفحہ نمبر ۴۰۴)

انگریز کے خلاف حضرت سید نے اپنے خلفاء، مریدین، متوسلین، کارکنان کی کس طرح ذہن سازی کی تھی اسکا اظہار خود ایک انگریز مورخ ڈبلیو ہنٹر ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

اب ہمیں اس مجموعہ قوانین کا حال مختصراً بیان کرنا ہے جو ان کے پیروؤں نے ان کی تعلیم سے اخذ کیا اور جس کی وجہ سے انھوں نے ہندوستان میں ایک ایسا مذہبی انقلاب برپا کر دیا جس کی مثال اسکی گزشتہ تاریخ میں نہیں ملتی یہی انقلاب ہے جس نے پچاس سال سے انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت کی روح کو دبنے نہیں دیا۔ (نقش حیات جلد۲، صفحہ نمبر ۵۳)

ان تمام حوالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ سید صاحب اور ان کی جماعت نہ صرف انگریز کے سخت ترین مخالف تھے بلکہ انکے خلاف باقاعدہ جہاد انکی تحریک کا حصہ تھا ایسے صریح حوالے موجود ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص حضرت سید صاحب اور ان کے سرفروش مجاہدوں کو انگریز کا ہمدرد اور خیر خواہ قرار دے تو اسے یہ ورد سکھا کر بریلی کے پاگل خانے میں داخل کروا دیا جائے کہ۔

وقت ہوگا تو کوئی بھی نہ ہوگا میرا

اب لاکھوں میرے غمخوار نظر آتے ہیں

اب رہا حیات طیبہ کا وہ حوالہ جو فریق مخالف نے دیا ہے تو مندرجہ بالا حوالوں کے ہوتے ہوئے اسکی کوئی علمی وقعت نہیں خاص کر جب مرزا حیرت دہلوی ان الفاظ کو سید صاحب سے نقل کرنے میں متفرد ہوں چلیں بالفرض حضرت شاہ صاحب کی طرف منسوب اس قول کو بالفرض علی سبیل التنزل درست مان لیا جائے تب بھی جواب حاضر ہے کہ۔

ابتداءً انگریز کا طریقہ واردات یہ تھا کہ کسی مذہب اور فرقے کیخلاف تشدد سے کام نہ لیا جائے بلکہ اپنی تعلیم نظریات وافکار کے ذریعے ان کے ذہنوں کو فتح کیا جائے، لارڈ میکالے کے بیانات اس کی واضح دلیل ہیں تو اس دور میں جب بظاہر سب کو مذہبی آزادی حاصل تھی انگریز کیخلاف جہاد کا فتوی نہ دینے سے یا ملکی دفاع کے لیئے اسکا تعاون کرنے سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ جب انگریز ظالم نے ہزاروں بیگناہ ہندوستانیوں کو جن میں پیش پیش مسلمان تھے قتل و غارت کرنا شروع کر دیا اور تختہ دار پر لٹکا کر اپنی بھڑاس نکالی تو اس وقت بھی اس کے خلاف جہاد درست نہ تھا۔ ویسے بھی حضرت شاہ اسماعیل شہید ۱۸۵۷ء کے معرکے سے پہلے شہید ہو چکے تھے، پہلے کے حالات کو بعد پر فٹ کرنا اور اس طرز سے انکو انگریز کا خیر خواہ اور ہمدرد ثابت کرنا بالکل بے سود عمل اور نرا دجل وفریب ہے۔

آنحضرت ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو آپ نے یہود کے ساتھ امن اور صلح کا تحریری معاہدہ کیا تھا جس میں ایک شق یہ بھی تھی کہ یہود یا مسلمانوں کو کسی سے لڑائی پیش آئی تو ایک فریق دوسرے کی مدد کرے گا

(زاد المعاد، ج ۲ ص ۱۷ و سیرت ابن ہشام ج ا ، ص ۴۰۵)

مگر بعد کو یہودیوں کے تینوں قبیلوں بنونضیر، بنوقینقاع اور بنو قریظہ کیخلاف انکی وعدہ شکنی سے نہ صرف انکے خلاف جہاد کیا بلکہ ان کو جلا دوطن بھی کیا۔ نتیجۃ تاریخی طور پر بالکل عیاں ہے غرض مقدم ومتاخر حالات کو گڈ مڈ کرنا اور اس سے مقصد حاصل کرنا کسی بھی طور پر درست اور قرین قیاس نہیں۔

اب آخر میں ہم فریق مخالف سے سوال کرتے ہیں کہ شاہ صاحب اور انکی تحریک کے لوگ تو تھے ہی بقول آپ کے وہابی تھے، معاذ اللہ، اللہ و رسول ﷺ اور تمام مسلمانوں کے دشمن تھے، اسلام کے بدخواہ تھے مگر آپ کے روحانی دادا حضور مولوی نقی علی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں کہاں تھے ؟ انکو بھی چھوڑیے آپکے روحانی ابا حضور مولوی احمد رضا خان جو بزعم خویش پورے ہندوستان میں واحد مسلمان اور اسلام کے خیر خواہ تھے، انہوں نے انگریز کے خلاف جہاد کے کتنے فتوے دیے۔؟؟؟؟؟؟؟

چیلنج

ہمارا پوری دنیائے رضا خانیت کو چیلنج ہے کہ کوئی ایک مستند حوالہ دکھا دے جس سے ثابت ہوتا ہو کہ احمد رضا خان نے اپنی پوری زندگی میں انگریز کیخلاف چلائی جانے والی کسی تحریک کی سربراہی کی ہو، اس میں کوئی حصہ لیا ہو، کسی ایک جلسے کی صدارت وقیادت کی ہو جو انگریز تسلط کے خلاف ہو۔ زمین پھٹ سکتی ہے آسمان ریزہ ریزہ تو ہوسکتا ہے مگر قیامت کی صبح تک یہ لوگ ایک حوالہ پیش نہیں کر سکتے اور کریں بھی تو کیسے احمد رضا خان نے تو کبھی انگریز کی مخالفت کی ہی نہیں وہ تو انگریز کے حق میں فتوے دیتا تھا جو ہندوستانی اخباروں میں چھپتے تھے۔ چنانچہ انگریز مورخ سرفرانس رابنسن اپنی کتاب میں لکھتا ہے

The Mashriq of Gorakhpur and all-bashir usually took not of the Pro- Government "Fatwas" of Ahmed Raza Khan.

[The Separation Among India Muslim . Page No. 268]

اعتراض نمبر۷: حسین احمد مدنی صاحب نے لکھا کہ انگریزوں نے اطمینان کا سانس لیا اور جنگی ضرورتوں کو پورا کرنے میں سید صاحب کی مدد کی۔ ملاحظہ ہو نقش حیات ج۲ ص۴۱۹۔

جواب: اس حوالے کو نقل کرنے میں بھی آپ نے روایتی دھوکہ دہی سے کام لیا۔ اس لئے کہ حضرت سید بادشاہؒ انگریز کے سخت مخالف تھے اور ان سے جہاد کرنا ان کی تحریک کا اولین مقصد تھا۔ میں اس پر تفصیلی مضمون نقش حیات کے حوالے سے اوپر حیات طیبہ پر اعتراض کے جواب میں لکھ چکا ہوں اور نقش حیات ہی کے حوالے سے میں اوپر ان کے دو خطوط نقل کر چکا ہوں جس سے ان کے مقاصد پر روشنی پڑتی ہے کہ ان کی تحریک کا بنیادی مقصد ہی ان بیرونی تابعین کو ہندوستان سے نکالنا تھا۔ حضرت سید صاحب نے اپنی جماعت کو اسی بنیاد پر استوار کیا چنانچہ خود اسی نقش حیات میں ایک انگریز مورخ ڈاکٹر ہنٹر کا بیان ہے:

☆ اب ہمیں اس مجموعہ قوانین کا حال مختصرا بیان کرنا ہے جو ان کے پیرووں نے ان کی تعلیم سے اخذ کیا اور جس کی وجہ سے انھوں نے ہندوستان میں ایک ایسا مذہبی انقلاب برپا کر دیا جس کی مثال گزشتہ تاریخ میں نہیں ملتی یہی انقلاب ہے جس نے پچاس سال سے انگریز کی حکومت کے خلاف بغاوت کی روح کو دبنے نہیں دیا۔ ﴿ہمارے ہندوستانی مسلمان ص ۹۰، بحوالہ نقش حیات، ج ۲، ص ۴۳۵﴾

یہی انگریز مورخ لکھتا ہے کہ:

☆ ۱۸۲۱ میں امام صاحب (حضرت سید بادشاہ) نے اپنے خلفاء منتخب کرتے وقت ایسے آدمیوں کا انتخاب کیا جو بے پناہ جوش وخروش کے مالک اور بہت ہی مستقل مزاج تھے ہم دیکھ چکے ہیں کہ کس طرح متعدد بار جب یہ تحریک تباہ ہونے کے قریب تھی انھوں نے بار بار جہاد کے جھنڈے کو تباہی

سے بچا کر از سرِ نو بلند کیا پٹنہ کے خلفاء جوانتھک واعظ خود اپنے آپ سے بے پرواہ بے داغ زندگی بسر کرنے والے انگریز کافروں کی حکومت تباہ کرنے میں نہایت چالاک تھے۔ ﴿ایضاص ۱۰۱، بحوالہ ایضا﴾

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ اسی انگریز کے مختلف حوالے نقل کرنے کے بعد اپنا تجزیہ لکھتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

☆ (حضرت سید صاحب نے) تمام ملک میں اندر اور باہر ایسی ہلچل پیدا کردی کہ مدبران برطانیہ لرزہ براندام ہوگیا۔ ﴿نقش حیات، ج ۲، ص ۳۸﴾

انگریز مورخ ہندوستان میں تحریک بالاکوٹ کے اثرات کے متعلق لکھتا ہے کہ

☆ اب میں نے اپنی سرحد پر اس باغی کیمپ کی تمام تاریخ ۱۸۳۱ سے جبکہ اس کی ابتداء ہوئی ۱۸۶۸ جبکہ آخری مرتبہ انھوں نے ہم کو جنگ میں دھکیلا بیان کردی ہے وہ تمام مصیبتیں جو انھوں نے سکھ حکومت کے وقت سرحد پر نازل کی تھیں وہ تمام ایک تلخ وراثت کی صورت میں ہم تک پہنچیں اس نے تمام سرحد میں تعصبی جذبات کو برقرار رکھنے کے علاوہ تین دفعہ قبائل کو یکجا اکھٹا کردیا۔ جس کی وجہ سے برطانوی ہند کو ہر ایک موقعہ پر بہت ہی مہنگی لڑائی لڑنی پڑیں یکے بعد دیگرے ہر گورنمنٹ نے اعلان کیا کہ یہ ہمارے لئے ایک مستقل خطرہ ہیں لیکن اس کے باوجود ان کے تباہ کرنے کی تمام کوششیں ناکام ثابت ہوئیں اب تک بھی یہ ہماری غیر وفادار رعایا اور ہمارے سرحد پار دشمنوں کے امیدوں کا مرکز بنا ہوا ہے ہم نہیں جانتے کہ کس وقت ہم قبائل کی خانہ جنگی کی لپیٹ میں آجائیں گے جو وسط ایشیا میں ہر وقت جاری رہتی ہیں مگر اس وقت یہ عین ممکن ہے کہ اس سال کے ختم ہونے سے پہلے ایک اور افغانی جنگ لڑنی پڑے یہ جنگ جب کبھی بھی ہوگی (اور جلد یا بدیر ہو کر رہے گی) تو ہماری سرحد پر غدار آبادی ہمارے دشمنوں کو ہزارہا آدمی مہیا کرسکے گی۔ ہمیں ان غداروں کو اپنی ذات سے کوئی ڈر نہیں اگر ہمیں ڈر ہے تو ان شورش پسند عوام سے ہے جن کو یہ مجاہدین ہمارے خلاف جہاد کرنے کیلئے بار بار اکھٹا کرتے ہیں نو صدیوں کے دوران میں ہندوستانی لوگ شمال کی طرف سے حملہ کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ ﴿ایضا، ص ۶۴، ۶۵، بحوالہ نقش حیات ج ۲ ص ۴۰، ۴۱﴾

غرض صرف ''نقش حیات'' ہی کے ان تمام حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ حضرت سید صاحب انگریز کے سخت ترین دشمن تھے بلکہ انھوں نے اپنے جانشینوں کی اس طرح ''برین واشنگ'' کی کہ ان کی شہادت کے بعد بھی ان کی جماعت کے مجاہدین انگریز کو ناکوں چنے چبواتے رہے اور انگریز کے خلاف اٹھنے والی ہر تحریک کا منبع اور سرچشمہ یہی ''تحریک بالاکوٹ'' اور نظریہ ''سید احمد شہید'' رہا۔

بریلوی حضرات خود تو سیاسی یتیم ہیں ساری زندگی حکومت وقت کی جوتیاں چاٹتے رہے اپنے سیاہ کرتوتوں اور ضمیر فروشی پر پردہ ڈالنے کیلئے ایسے مجاہدین کو بھی انگریز کا ایجنٹ ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ مگر حق کے سامنے آخر باطل کب تک ٹھہر سکتا ہے۔ فریق مخالف نے جو عبارت پیش کی وہ مکمل اس طرح ہے کہ:

ہندوستان کی یہ بہت بڑی بدقسمتی تھی کہ سید صاحب کو مسلمانان پنجاب کی حد درجہ پامالی وزبوں حالی کے باعث مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بالمقابل صف آراء ہونا پڑا اور آخر معرکہ بالاکوٹ میں جام شہادت نوش کرنا پڑا۔ ورنہ اصل یہ ہے کہ سید صاحب کا مقصد ہندوستان اور مسلمان کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے تسلط واقتدار سے نجات دلانا تھا۔ انگریز خود اسے محسوس کرتے تھے اور اس تحریف سے بڑے خوفزدہ تھے۔ اسی بناء پر جب سید صاحب کا ارادہ سکھوں سے جنگ کرنے کا ہوا تو انگریزوں نے اطمینان کا سانس لیا اور جنگی ضرورتوں کے مہیا کرنے میں سید صاحب کی مدد کی۔

سید صاحب کا اصل مقصد چونکہ ہندوستان سے انگریزی تسلط اور اقتدار کا قلع قمع کرنا تھا۔ الخ ﴿نقش حیات، ج ۲، ص ۱۸﴾

غور فرمائیں کہ خط کشیدہ عبارات کو کس طرح گیارہویں شریف کا شربت سمجھ کر ہضم کرلیا گیا۔ عبارت کا مطلب بالکل واضح ہے کہ حضرت سید صاحب کا اصل مقصد انگریزوں کو ہندوستان سے مار بھگانا تھا مگر بدقسمتی سے سکھ اس راہ میں رکاوٹ بن گئے انگریز کو چونکہ اس تحریک کا علم تھا کہ یہ ان کے تسلط کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے تو انھوں نے اطمینان کا سانس لیا کہ اتنا بڑا خطرہ ان کے سر سے ٹل گیا اور اب مجاہدین ہماری جگہ سکھوں سے برسرپیکار

ہو گئے ہیں ۔اور ہماری جان فی الوقت کیلئے چھوٹ گئی ۔اب رہا جنگی ضرورتوں کے مہیا کرنے کا سوال تو اس میں یہ کہاں ہے کہ حضرت سید صاحب نے خود یہ سامان لیا یا اس کا مطالبہ کیا یہ بھی تو ممکن ہے کہ انگریز نے خفیہ طریقہ سے ایسے ذرائع سے مہیا کیا ہو کہ سید صاحب کو اسکا علم ہی نہ ہو اور ایسا ہونا جنگوں میں ممکن ہے کہ ایک دشمن اپنے مفاد کیلئے خفیہ طور پر دوسروں کی مدد کرتا ہے سکھ چونکہ ہندوستان میں بہت سی جگہ پر قابض تھے لہٰذا انگریز ان کو بھی اپنے لئے خطرہ سمجھتے تھے اور یوں ایک تیر سے دو شکار کرنے کا سوچا ہو گا۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ انگریز نے بطور لالچ یہ سامان شروع میں مہیا کیا ہو مگر مجاہدین اس لالچ میں نہیں آئے مکالمۃ الصدرین کا حوالہ گزر چکا کہ پہلے انگریز اسی طرح کیا کرتا تھا۔ اور پھر اسی نقش حیات میں ہے کہ:

یہ جماعت انگریزوں کی طرف سے ہر قسم کی بلاکتوں اور ایذاؤں کا نشانہ بنتی ہے اور تحمل کرتی ہے مگر آزادی کی جدوجہد اور انگریز دشمنی سے باز نہیں آتی ۔انگریز لالچ دیتا ہے قبول نہیں کرتی ۔انگریز ڈراتا ہے مگر نہیں ڈرتی ۔﴿ ج ۲،ص ۴۳،۴۴﴾

حیات طیبہ کے حوالے سے میں یہ ذکر کر چکا ہوں کہ حضور ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو سب سے پہلے وہاں کے یہودیوں سے ایک امن معاہدہ کیا جس میں ایک شق یہ بھی تھی کہ جب مسلمانوں پر کوئی حملہ کریگا تو یہودی مسلمانوں کا ساتھ دیں گے اور جب یہودیوں پر کوئی حملہ کرے گا تو مسلمان یہودیوں کا ساتھ دیں گے ۔تو اب کیا کوئی بے دین معاذ اللہ یہ کہہ سکتا ہے کہ مسلمان یہودیوں کے نمک خوار اور ایجنٹ تھے ۔العیاذ باللہ۔

اعتراض نمبر ۸: عبید اللہ سندھی صاحب کے ملفوظات میں ہے کہ مجاہدین کا گزران انگریز کی رو ہین منت تھا (ص ۳۶۲)

جواب: حضرت عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات ہمیں باوجود تلاش کے نہیں مل سکے اس لئے مکمل سیاق وسباق کے ساتھ اس کا عکسی حوالہ پیش کریں ۔اس کے بعد انشاء اللہ قائد انقلاب حضرت عبید اللہ سندھی صاحب ؒ کے تاریخی کردار پر بھی بحث کی جائے گی ۔

البتہ کسی بھی بزرگ کے ملفوظات کے متعلق آپ کے اکابرین کا عقیدہ ہے کہ:

بزرگوں کے ملفوظات میں کچھ باتیں ان سے غلط منسوب ہو جاتی ہیں ۔۔۔۔۔صاحب ملفوظ خود اس واقعہ یا بات کو لکھنے والا نہیں ہوتا ۔۔اس لئے عین ممکن ہے کہ کوئی دوسرا شخص خواہ کتنا ہی معتبر اور ثقہ کیوں نہ ہو اس سے ملفوظ نقل کرنے میں غلطی ہو سکتی ہے اور وہ بات خلاف واقعہ ہو سکتی ہے ۔۔۔لہٰذا بزرگوں کے ملفوظات سے استدلال کرنا اور اسے قطعی حوالہ سمجھنا درست نہیں ۔ملخصا ۔﴿عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ۔ج ا ۔ص ۳۹۱،۳۹۲﴾

لہٰذا اصولی طور پر ملفوظات سے آپ کا استدلال کرنا درست نہیں ۔

اعتراض نمبر ۹: المعارف رسالے میں ہے کہ دارالعلوم دیوبند نے انگریز کو سپاسنامہ پیش کیا ۔

جواب: آپ نے جو المعارف کا حوالہ دیا یہ بالکل جعلی ہے اس میں پیش کیا گیا سپاسنامہ خودساختہ ہے ان کے الفاظ سے ثابت ہو رہا ہے کہ المعارف والے دارالعلوم دیوبند سے معاندانہ رویہ رکھتے ہیں اور اسی بنیاد پر یہ جعلی سپاسنامہ پیش کیا اگر یہ سپاسنامہ درست ہے تو اس کا کوئی تاریخی ثبوت پیش کریں ۱۹۹۶ کے ایک غیر معتبر رسالہ کا حوالہ پیش کرنا ہی اس کے جعلی ہونے کی دلیل ہے اگر آپ کے نزدیک اس قسم کے حوالے دینا درست ہیں تو کل کو کوئی بھی کسی اخبار یا رسالے میں چند ٹکے دیکر اس طرح کے بیسیوں حوالے پیش کرسکتا ہے ۔

پیغا گون میں بریلوی سجادہ نشینوں کو انتہاء پسندی کے خلاف تربیت دینے کے لئے بلوایا گیا'' وقت اخبار'' کی اس خبر کے متعلق آپ کہتے ہیں کہ:

[QUOTE=saeedi;66692]

Just a news is sufficient for your harsh and bitter comments.

Allah says: If a FASIQ comes to you with a news, then first research about that(soorat al

hojorat}[/QUOTE]

پس یہی جواب ہم آپ کو دیتے ہیں کہ اپنی پسند کے جواب سے بہتر جواب کیا ہوسکتا ہے۔ آپ لوگوں کے ہاں لینے کے اصول تو کچھ اور دینے کے اصول کچھ اور بہت خوب۔

قارئین کرام ہمارے مطالبہ کا جواب ابھی تک نہیں دیا گیا کہ بریلوی حضرات کسی مستند تاریخی ثبوت سے یہ بات ثابت کردیں کہ احمد رضا خان نے کوئی ایک جلسہ انگریز تسلط کے خلاف منعقد کیا ہو کسی ایسی تحریک کی قیادت کی ہو جو انگریز کے تسلط سے خلاف ہو یا کم سے کم انگریز کے خلاف لڑنے کا ہی کوئی فتوی دیا ہو۔۔۔

اعتراض نمبر ۱۰: ''یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار مدد و معاون سرکار ہے۔'' (سوانح قاسمی ص ۹۴)

جواب: معترض صاحب کو اطمینان ہے کہ ان کے حلقے میں کوئی ایسا پڑھا لکھا اور اپنے ذہن سے سوچنے والا آدمی نہیں پایا جاتا جو یوں سوچے کہ یہ انگریز مدرسہ دیکھنے اور اہل مدرسہ سے ملنے آیا تھا نہ کہ لڑنے۔ یہ کوئی انسپکٹر آف سکولز بھی نہیں تھا جس کے حلقہ میں دیوبند کا مدرسہ آتا ہو اور مدرسہ کو اچھا پا کر اجو جی میں آئے لکھ جائے اور ایسے معائنہ لکھنے والے اپنے نقطہ نظر سے تعریف (اور ضرورت ہو تو تالیف و تقریب کی) ہی بات لکھا کرتے ہیں، چاہے اندر سے کچھ بھی خیال ہو، اس لئے یہ گواہی ''لاکھ پہ بھاری'' تو کیا ہوتی سرے سے گواہی کہلانے کی بھی نہیں ہے بلکہ غور کیا جائے تو اس سے بالکل الٹی گواہی نکل رہی ہے کیونکہ اس انگریز کو یہ فقرہ لکھنے کی ضرورت ہی کیا پیش آئی تھی اگر یہ مدرسہ واقعہ میں موافق سرکار ہوتا؟ یا کم از کم یہ بات مسلمہ سی نہ ہوتی کہ انگریز سرکار اسے اپنے خلاف سمجھتی ہے؟ ایک مدرسہ جو حکومت وقت کا مدد و معاون ہو اس کے معائنے میں ''لیفٹیننٹ گورنر کا ایک خفیہ معتمد انگریز'' بطور تعریف یہ لکھے گا کہ یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں ہے؟ اتنا بڑا احمق انگریز گورنر کا معتمد خاص نہیں ہوسکتا۔ یہ تو کسی معاون و وفادار ادارے کی تحسین و تعریف کی کوئی پسندیدہ صورت نہیں ہے بلکہ اس کیلئے ایک شکایت پیدا کرنے کی صورت ہے کہ اسے خلاف سرکار سمجھے جانے کا بھی کوئی امکان مانا گیا جو نمائندہ سرکار ایسے خیال کو دفع کرنے اور ہمیں مطمئن کرنے کی ضرورت سمجھ رہا ہے کہ سرکار ہمارے ادارے کو اپنے خلاف نہیں سمجھتی۔ اس لئے کبھی نہیں سنا گیا ہوگا کہ کسی سرکار نے کسی کو وفاداری کا سرٹیفکیٹ دیتے ہوئے یہ بھی لکھا ہو کہ یہ ہمارے خلاف نہیں ہے۔

الغرض معترض صاحب کو اپنے حلقے میں اس طرح سوچ رکھنے والے آدمیوں کے نہ ہونے کا کامل اطمینان ہے اور دوسروں کے تاثرات سے یہ لوگ سروکار نہیں رکھتے ورنہ ان کے از خود سوچنے اور سمجھنے کی بات تھی کہ کوئی بھی آزاد ذہن کا اور سمجھدار آدمی ان کی اس تاریخ سازی کو پڑھے گا تو بجز اس کے کچھ نہیں کہے گا کہ قبلہ محترم! یہ گواہی انگریز حکومت سے دار العلوم دیوبند کی وفاداری کی نہ ہوئی بلکہ الٹی اس بات کی ہوئی کہ یہ دار العلوم حقیقت میں خلاف سرکار تھا۔

لیکن الحمد للہ! کہ دار العلوم دیوبند جس ادارہ کا نام ہے اسے کسی ایسی گواہی کی ضرورت نہیں اس کی پوری صد سالہ تاریخ کا ایک ایک ورق اپنے کردار کا بہترین گواہ اور ہر خارجی گواہی سے بے نیاز کردینے والا ہے۔ معترض صاحب کو شاید معلوم نہ ہو کہ دار العلوم دیوبند کو رام کرنے کیلئے گورنر صاحبان کے صرف معتمد نمائندے ہی نہیں آئے بلکہ بعض دفعہ گورنر صاحب نے بھی تکلیف فرمائی لیکن اس پتھر میں جونک نہ ان سے لگی نہ ان سے لگی۔ البتہ ایسے مواقع سے یہ

فائدہ ضرور اٹھایا گیا کہ دشمن اگر خود کو دھوکہ میں ڈالنے کا موقع دے رہا ہے تو اسے دھوکے میں رکھنے کا ہی رویہ اختیار کیا جائے۔

اعتراض نمبر ۱۱:

''سوانح قاسمی'' کے حاشیہ سے موجودہ مہتمم دارالعلوم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم کے بیان کے دو ٹکڑے درج کئے گئے ہیں۔

(۱) (مدرسہ دیوبند کے کارکنوں میں اکثریت) ایسے بزرگوں کی تھی جو گورنمنٹ کے قدیم ملازم اور حال پنشنر تھے جن کے بارے میں گورنمنٹ کو شک وشبہ کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی۔''

(۲) گورنمنٹ کی طرف سے ایک انکوائری کے تذکرہ میں)

''اس وقت یہی حضرات آگے بڑھے اور اپنے سرکاری اعتماد کو سامنے رکھ کر مدرسہ کی طرف سے صفائی پیش کی جو کارگر ہوئی۔''

(ص ۹۵)

جواب

لگتا ہے کہ معترض صاحب قلم اٹھاتے وقت یہ قسم کھا بیٹھے تھے کہ حق وصداقت اور دیانت کا جتنا خون وہ ان صفحات میں کر سکتے ہیں کر کے رہیں گے چنانچہ حضرت مولانا محمد طیب صاحب دامت برکاتہم کا ایک ''تہلکہ خیز بیان'' تصنیف کرنے کیلئے انہوں نے یہ ثواب کا کام خود ہی ڈٹ کر کیا ہے۔

''سوانح قاسمی'' کے مصنف حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس بحث پر دارالعلوم کے روح رواں کی حیثیت سے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام شروع کے دور میں جو نمایاں نہیں ہوا تو اس کی وجہ سیاسی مصلحت تھی یا کچھ اور؟

حکیم الامت حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم حاشیہ میں یہ رائے ظاہر کرتے ہیں کہ اور جو کچھ بھی اس کی وجہ رہی ہو وقت کی سیاسی مصلحت بھی ضرور اس کی ایک وجہ بظاہر تھی۔ یہ حاشیہ کتاب کے ص ۲۴۶ سے شروع ہو کر ص ۲۴۷ تک گیا ہے یعنی ایک صفحہ سے زیادہ کا تھا۔ اس کی وہ چند سطریں یہاں پڑھ لینے کی ضرورت ہے جن میں قاری صاحب کی اصل مقصدی گفتگو درج ہوئی ہے۔ فرماتے ہیں۔

''اس وقت کے نازک حالات، حضرت والا کا وارنٹ، روپوشی، سرکاری دوشوں کا پیچھے پیچھے لگا رہنا، پھر حضرت والا کے ان جذبات و نظریات کا ماضی سے زیادہ مستقبل کیلئے ہوتا جو اس وقت اجراء مدرسہ کی روح اور آج ایک مستقل مکتب خیال اور ملت کی تاریخ بنے ہوئے ہیں جن کی رو سے یہ مدرسہ تعلیمی ہونے کے ساتھ ساتھ گویا اہل اللہ کی سیاست کا ایک مرکز بھی تھا۔ کچھ ایسی باتیں نہ تھیں کہ کلیۃً پردہ خفا میں ہوں یا کم از کم بحیثیت مجموعی حکومت وقت کی نگاہوں سے بالکل اوجھل ہوں ایسی صورت میں حضرت والا کا بحیثیت بانی یا بحیثیت کسی ذمہ دار عہدیدار کے سامنے آنا بلاشبہ مدرسہ کو خطرات ومہالک کا شکار بنا سکتا تھا اور ابتداء ہی سے حکومت وقت کی نگاہیں اس پر کڑی ہو جاتی ہیں جس سے وہ حریت پرور مقاصد بروئے کار نہ آ سکتے تھے جن کیلئے یہ تاسیس عمل میں آئی تھی۔ ان حالات میں حضرت والا کا کسی رسمی ذمہ داری کی صورت میں سامنے نہ آنا اور سب کچھ ہونے کے باوجود کچھ بھی نہ ہونے کو نمایاں رکھنا ایک اچھی خاصی سیاسی مصلحت کی صورت ہو جاتی ہے۔'' (سوانح قاسمی حاشیہ ص ۲۴۶)

اس کے آگے بحث کے اس نکتہ پر کلام کرتے ہوئے کہ اگر ایسا تھا تو عام ممبران یا منتخبین کی فہرست میں بھی حضرت (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کا نام کیوں آیا؟ قاری صاحب مدظلہ نے تحریر فرمایا ہے کہ اتنی بات سے کسی عہدیدارانہ ذمہ داری کی صورت نہیں ظاہر ہوئی علاوہ ازیں اس فہرست میں ایسے حضرات کی اکثریت تھی۔ جو تارک الدنیا اور مسجد نشین بزرگ تھے جنہیں سیاست سے تو بجائے خود عام شہری معاملات سے بھی کوئی خاص لگاؤ نہ تھا اور یا ایسے بزرگوں کی

تھی جو گورنمنٹ کے قدیم ملازم اور حال پنشنر تھے جن کے بارے میں گورنمنٹ کو شک وشبہ کرنے کی گنجائش ہی نہ تھیں۔'' (ص ۲۴۶،۲۴۷)

بعد ازاں لکھتے ہیں۔

''اس پر بھی مخالفین مدرسہ نے حضرت ہی کے تعلق کو بنیاد قرار دے کر مدرسہ کو حکومت وقت کی نگاہوں میں مشتبہ کر دینے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتی حتیٰ کہ گورنمنٹ کو تحقیقات کرانی پڑی۔ اس وقت یہی حضرات آگے بڑھے اور اپنے سرکاری اعتماد کو سامنے رکھ کر مدرسہ کی صفائی پیش کی جو کارگر ہوئی ورنہ اگر شخصی طور پر عہدیدارانہ ذمہ داریوں کے ساتھ حضرت والا آگے ہوئے ہوتے تو ظاہر ہے کہ مدرسہ کی طرف سے ان بزرگوں کی صفائی اور یقین دہانی کارگر نہ ہوسکتی تھی۔'' (ص ۲۴۷)

یہ ہے حکیم الامت حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ کے اس بیان کی اصلی صورت جسے ایک ''تہلکہ خیز دستاویز'' بنانے کیلئے معترض صاحب نے اس میں سے صرف وہ فقرے لے کر درج کر دیئے ہیں جن پر ہم نے خط کھینچ دیا ہے مگر کیا کوئی صاحب آدمیوں کی دنیا میں ایسے میں جو حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ کے بیان کی یہ اصل صورت دیکھنے کے بعد بھی اس بیان کی رو سے دارالعلوم دیوبند اور اس کے اصل ذمہ داروں کو انگریزوں سے نیازمندانہ اور سازبازانہ تعلقات رکھنے کا مرتکب کہنے کی ہمت فرما سکیں۔ ہم کن الفاظ میں اپنی اس تکلیف کا اظہار کریں کہ جناب معترض صاحب نے محض گروہ بندانہ بغض وعناد میں خدا ناترسی کا یہ ریکارڈ قائم کر کے لوگوں کو یہ کہنے کا موقع دیا ہے کہ یہ عبا وقبا اور جبہ ودستار والے پیشوایان ملت ومذہب بھی کس گھٹیا درجہ تک کرتی ہو سکتے ہیں؟ ہم کہہ چکے ہیں کہ دارالعلوم دیوبند اور جماعت دیوبند کا معاملہ انگریزوں کے سلسلے میں ایسا نہیں ہے کہ جس پر کوئی مدعی غبار اڑانے میں کامیاب ہو سکے۔ یہ چاند پر تھوکنا اور سر پر خاک اڑانا ہے جس کا نتیجہ ازل سے ایک ہی رہا ہے۔ ایک پوری تاریخ کو جو ہزاروں افراد کے جہاد و پیکار، قید و بند مصائب و آلام اور جہد مسلسل کے واقعات سے بنی اور اس ملک کے چپہ چپہ پر ہی نہیں اس سے باہر بھی خون پسینے کی روشنائی سے لکھی گئی اور ۱۹۴۷ء تک تسلسل کے ساتھ لوگوں کی نظروں سے گزری۔ ایسی تاریخ کو ایک بریلوی معترض نہیں ہزار، دس ہزار معترضین بھی چاہیں تو اسے چھپا دینے یا مسخ کر دینے پر قادر نہیں ہو سکتے، اس سے بھی آگے سن لیجئے۔

کہ اگر خود دیوبند والوں کی کسی کتاب میں بھی اس تاریخ کی عام شہرت کیخلاف کچھ لکھا ہوا ہے تو اس کی مدد لے کر بھی اس برحق شہرت کا تختہ الٹ پلٹ ڈالنے کی کوشش ایک دیوانگی کے سوا کچھ نہیں ہوسکتی۔ ارباب جہاد و پیکار کی تاریخ میں ایسے نازک وقت بھی آتے ہیں کہ دشمن کو دھوکہ دینے کیلئے اپنے اصلی کردار کو چھپانا پڑتا ہے اور صاف گفتاری کے بجائے مصلحت کی زبان اور قلم سے کام لینے کا تلخ گھونٹ پینا ضروری ہو جاتا ہے۔ اسے معترض صاحب جیسے لوگ نہیں سمجھ سکتے جن کے کنبے، قبیلے میں بھی کسی نے ان خارزار وادیوں کی سیر نہیں کی لیکن اس راہ کے تمام رہروؤں کی تاریخ میں ایسے اوراق کہیں نہ کہیں ضرور ملتے ہیں۔ ایسا ہی وہ ایک وقت تھا جب ۱۸۵۷ء کے جہاد کا پانسہ انگریزوں کے حق میں پلٹ جانے کے بعد، دیوبند کے بزرگوں نے دارالعلوم کے نام سے ایک نئے محاذ کی بناڈالی تو اس کے روح رواں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نوراللہ مرقدہ نے اپنے آپ کو پیچھے رکھ کر ایسے لوگوں کو سامنے رکھا جن پر انگریز حکومت کو شک وشبہ کی نظر ڈالنی مشکل ہو۔ اسی طرح جب اسی نازک دور میں کچھ آگے چل کر بعض لوگوں نے ان بزرگوں میں سے کسی کے حالات سپرد قلم کیے تو اس وقت بھی ان کے قائم کیے ہوئے اداروں اور نئے ڈھنگ کے تنظیمی سلسلوں سے گورنمنٹ کی نظر ہٹائے رکھنے کیلئے مصلحت یہی تھی کہ ان کے جہاد و پیکار کے حالات انگریزوں کے خلاف ان کے سخت جذبات دھیمے اور ذومعنی الفاظ میں لکھے جائیں اور اس بات کو ان کتابوں کا ہر پڑھنے والا بخوبی سمجھ سکتا تھا۔ اسی لئے آج تک کسی کو یہ خبط لاحق نہیں ہوا کہ ایسی عبارتوں کی بنیاد پر اصل حقیقی اور جیتی جاگتی تاریخ کے منہ آئے۔

ل ان حضرات کیلئے جو الفاظ حکیم الامت حضرت مولانا محمد طیب صاحب دامت برکاتہم نے لکھے ہیں اور معترض صاحب نے نقل کئے ہیں وہ صرف یہی ہے کہ ''گورنمنٹ کے قدیم ملازم اور حال پنشنر تھے جن کے بارے میں گورنمنٹ کو شک وشبہ کرنے کی گنجائش نہ تھی۔'' ان الفاظ سے ''انگریزوں کے ساتھ

نیازمندانہ تعلقات اور رازدارانہ سازباز'' کی بوکسی ایسے ہی شخص کو آسکتی ہے جس کے فسادِ نیت نے اس کے تمام حاسدوں میں نہایت بدبودار فساد پیدا کردیا ہو کیونکہ یہ جس وقت کی بات ہے یعنی اس ۱۸۵۷ء کے کچھ ہی بعد کی جس میں فتح یاب ہوکر انگریزوں نے سارے ملک میں مسلمانوں پر وہ قیامت توڑی تھی کہ رگ رگ سے خون بہتا تھا، ہرطرف پھانسیوں کی گرم بازاری تھی، اندھادھند ہنگامہ داروگیر بپا تھا۔ گلی کوچوں میں کشتوں کے پشتے لگ گئے تھے اور ہر مسلمان کے دل سے خون میں ڈوبی ہوئی آہیں مدتوں تک نکلتی رہی تھیں، ایسے میں کون بدنصیب مسلمان ہوگا جو ان ظالموں سے ''رازدارانہ سازباز اور نیازمندانہ تعلقات'' رکھنے کا روادار ہو اور پھر وہ بھی وہ لوگ جو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نور اللہ مرقدۂ جیسے مجاہدین ۵۷ء کے گرد جمع ہونے کا حوصلہ رکھتے ہوں۔ یہ وقت تو ایسا تھا کہ سرسید جیسا آدمی بھی جس نے مسلمانوں کو انگریزوں سے وفاداری کی عمدہ صبر تلقین کی ''اسباب بغاوت ہند'' لکھ کر ان ظالموں کے خلاف چیخ پڑنے پر مجبور ہوا۔ اس لئے ہم تو اس زمانہ میں مسلمانوں کے اندر کسی نیازمند سرکار کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔ یہاں بریلوی معترض صاحب کے اوپر والوں میں ایسے لوگ اس وقت بھی پائے گئے ہوں تو ان کا اسے بعید نہ سمجھنا ٹھیک ہے۔ جناب معترض صاحب میں اگر کچھ ہوش، گوش ابھی باقی رہ گیا ہو تو ہم انہیں پیر دانا حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نصیحت یاد دلائیں گے کہ ہر جگہ گھوڑ ادوڑانے کی نہیں ہوتی۔

نہ	ہرجائے	مرکب	تو اں	تاختن
کہ	جاہا	پر ہا	ید	انداختن

وہ کہاں اس تاریخ جہاد و پیکار کی باتوں میں اپنی ہنسی اڑوانے داخل ہوگئے۔ ان کیلئے مذہبی فتنہ انگیزی اور گندم نمائی و جوفروشی کا میدان ہی بہت ہے، محبت رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم) کے دعوے کرکے سچے محبوں کے خلاف لوگوں کو ورغلایا کریں۔ نذرونیاز اور عرس ومیلاد کے حق میں نکتے تراش تراش کر عوام کو دام فریب میں پھنسایا کریں۔ ان موضوعات پر کتابیں لکھیں جن پر عام پڑھے لکھے خود کوئی رائے قائم کرنے کی معلومات نہیں رکھتے۔

لیکن ان تاریخی باتوں میں قلم فرسائی تو اہل علم ودین ہی میں نہیں ان عام پڑھے لکھوں میں بھی ان کا مضحکہ بنوا دے گی۔

ہم	نیک	و	بدحضور	کو	سمجھائے	جاتے	ہیں

اعتراض: ۱۲

اسی سوانح قاسمی میں جس کے ایک حاشیہ پر اوپر کی گفتگو ہوئی، ایک واقعہ صاحب سوانح (حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے مقام ولایت کے تذکرہ میں اس بات کی مثال کے طور پر درج ہوا ہے کہ اگرچہ آپ اپنے مرتبہ کو بے حد چھپانے کا مزاج رکھتے تھے اور خاص کر باطنی قوت کا استعمال کبھی اپنی یا اپنے اہل خانہ واقارب کی ضرورتوں میں بھی نہیں کرتے تھے مگر کبھی کسی بیچارہ غریب کا کام آپڑے تو پھر آپ کا حال دوسرا ہوتا تھا اور اس قوت کے استعمال میں کوئی تکلف نہ فرماتے، وہ واقعہ یہ ہے کہ

ایک دفعہ دیوبند سے نانوتہ واپس تشریف لے جارہے تھے کہ آپ کا خاص حجام راہ میں آتا ہوا ملا، جو آپ ہی کے پاس جارہا تھا اس نے ضرورت عرض کی کہ تھانہ دار نانوتہ نے ایک عورت کے بھگانے کا جرم مجھ پر لگا کر چالان کا حکم دیا ہے، میں بالکل بے خطا ہوں خدا کے واسطے مجھے بچایئے۔'' اس کے بعد راوی کا بیان ہے کہ آپ نے نانوتہ پہنچ کر مسجد میں بیٹھتے ہی ''مجھ سے فرمایا کہ منشی محمد یٰسین کو بلاؤ'' جو آپ کے خاص کارپرداز تھے، ان منشی محمد یٰسین صاحب کے آتے ہی عجیب شان جلالی سے فرمایا کہ اس غریب حجام کو تھانہ دار نے بے قصور پکڑا ہے تم اس سے کہہ دو کہ یہ (حجام) ہمارا آدمی ہے اس کو چھوڑ دو ورنہ تم بھی نہ بچو گے، اس کے ہاتھ میں ہتھکڑی ڈالو گے تو تمہارے ہاتھ میں ہتھکڑی پڑے گی۔

منشی محمد یٰسین صاحب تھانہ دار کے پاس پہنچے اور حضرت کا ارشاد سنایا جس پر اس نے گھبرا کر کہا۔ ''اب کیا ہوسکتا ہے روزنامچہ میں اس کا نام لکھ دیا گیا

ہے۔''

یہ بات حضرت تک پہنچی تو منشی محمد یٰسین صاحب کو پھر یہ حکم دے کر واپس فرمایا کہ ''جا کر کہہ دو کہ اس کا نام روزنامچے سے نکال دو۔''

اس پر وہ غریب بہت پریشانی میں پڑ کر خود حضرت کی خدمت میں یہ کہنے کیلئے حاضر ہوا کہ

''حضرت نام نکالنا بڑا جرم ہے اگر نام اس (حجام) کا نکالا تو میری نوکری جاتی رہے گی۔''

آپ نے فرمایا:

''اس کا نام (روزنامچے سے) کاٹ دو تمہاری نوکری نہیں جائے گی۔''

آگے راوی کا کہنا ہے کہ

اس حکام کو اس نے چھوڑ دیا اور برابر تھانیدار ہی رہا۔ (سوانح قاسمی جلد اول ص ۳۲۴، تا ۳۳۰)

اس واقعہ کا حوالہ دے کر معترض صاحب فرماتے ہیں کہ

''مولوی قاسم صاحب نانوتوی اگر انگریزی حکومت کے باغیوں میں تھے تو پولیس کا محکمہ اس قدر ان کے تابع فرمان کیوں تھا؟؟؟؟''

جواب

یوں تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے تابع فرمان تھے! اور جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ''تابع فرمان'' ہو جاتے ہیں ان کی یہی شان ہوتی ہے! من کان للہ کان اللہ لہ (جو اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے) کیا یہ مشہور حدیث بھی معترض صاحب نے نہیں پڑھی؟ اور وہیں حاشیہ میں جہاں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے متعلق یہ حکایت درج ہے۔ مصنف (مولانا گیلانی علیہ الرحمۃ) نے بخاری شریف کی ایک روایت کا جو ترجمہ درج کیا ہے وہ بھی معترض صاحب کی نظر سے بالاتر ہی رہا؟

''بندہ جب اپنے خالق کا محبوب بن جاتا ہے تو ارشاد ربانی ہے کہ میں اس کی بینائی ہو جاتا ہوں جس سے دیکھتا ہے، اس کی شنوائی ہو جاتا ہوں جس سے سنتا ہے، اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے پکڑتا ہے، اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے چلتا ہے۔'' (ج ا ص ۳۲۳)

رہ رہ کر خیال آتا ہے کہ کس درجے کے سیدھے اور بے خبر لوگوں کا طبقہ ان علماء کرام کے ہاتھ لگا ہے کہ اوندھی سے اوندھی بات کہتے اور لکھتے ہوئے بھی انہیں ڈر نہیں ہوتا کہ کوئی اس پر ہنس دے گا۔ بھلا کوئی تک ہوئی کہ قصبہ کے تھانیدار نے ایک بات مان لی تو اس سے انگریزوں سے سازباز ثابت ہوگئی! ٹھیک ہے کہ تم تو ان بزرگوں کو اپنی کم نصیبی سے صاحب ولایت نہیں مان سکتے لیکن اس کے ماننے میں بھی کوئی دقت ہے کہ یہ تھانیدار جو اسی قصبہ کا تھانیدار تھا انہیں خدا رسیدہ بزرگ مانتا ہو۔۔۔۔۔؟ یا اس علاقہ میں جو ان کی وجاہت تھی محض اس کا لحاظ کرنے پر ہی مجبور ہو۔۔۔۔۔؟

ان میں سے کون سی بات ایسی ہے جو نہیں ہو سکتی۔۔۔۔۔؟ جبکہ اس کے برعکس ''اوپر کے حکام'' (اور وہ بھی ''مرکزی'' حکام) سے ''سازباز'' والے تعلقات کا علم ایک ہندوستانی تھانیدار سے ہونے کی بات کسی تھوڑی سی عقل والے کی بھی سمجھ نہیں آسکتی۔ کھلے تعلقات ہوں تو ضرور ایک تھانیدار بے چارہ بھی واقف ہو سکتا ہے مگر ڈھکے چھپے اور سازباز والے تعلقات ہوں تو اس کی خبر اس بے چارہ کے فرشتوں کو بھی ہونے سے رہی مگر واہ رے معترض صاحب! یہ سیدھی سیدھی باتیں پس پشت ڈال کر چلے ہیں کہ اسے ''انگریزوں کے خلاف دیوبندی اکابر کے افسانہ جہاد و بغاوت کی پوری بساط الٹ دینے والی سنسنی خیز کہانی!'' بنا کے چھوڑیں گے!۔

حالانکہ جہاں تک آپ کے مریدوں اور معتقدوں کا سوال ہے ان کیلئے تو کسی کہانی کی بھی ضرورت نہیں۔ صرف آپ فرما دیجئے کہ دیوبندی جو کچھ جہاد و بغاوت کی باتیں کرتے ہیں سب افسانہ ہیں۔ وہ بیچارے مان لیں گے لیکن جنہیں دلیل وثبوت کی ضرورت ہے وہ آپ کی اس سستی ''سنسنی خیزی'' پر ہنس

دیں گے کہ کیادو آنے والا جاپانی طپنچہ معترض صاحب شیروں کا شکار کرنے کیلئے لائے ہیں؟ ایک طرف جیتی جاگتی اور (غلو پسند بریلویوں کو چھوڑ کر) مسلم و غیر مسلم سب کی مانی ہوئی حقیقت اور دوسری طرف یہ تھانیدار کی کہانی! ہائے ری کم سواری! اور ہائے ری کج ادائی!! اگر ان معترض صاحب کو اس معاملے میں مسٹر اوک کہا جائے تو بالکل موزوں ہوگا، انہی کی طرح ایک مسٹر اوک ہندوستان میں ہیں جو روز مضامین لکھتے کہ "تاج محل" مغل بادشاہ نے نہیں ہندوؤں نے بنوایا تھا۔ لال قلعہ اس بادشاہ کا بنوایا ہوا نہیں تھا۔ قطب کی لاٹ بھی مسلمانوں کا کارنامہ نہیں ہے۔ وغیرہ ذالک من الھفوات۔

اعتراض ۱۴۳

سوانح قاسمی جلد دوم سے ایک عبارت لے کر سوال فرمایا گیا ہے کہ

"جب حضرت خضر کی صورت میں نصرت حق انگریزی فوج کے ساتھ تھی تو ان باغیوں کیلئے کیا حکم ہے جو حضرت خضر کے مقابلہ میں لڑنے آئے تھے؟ کیا اب بھی انہیں غازی اور مجاہد کہا جا سکتا ہے۔"

جواب:

سوانح قاسمی کی وہ عبارت ایک روایت کے ذیل میں ہے، روایت کے راوی ہیں نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب شیروانی اور جن کے بارے میں روایت ہے وہ ہیں حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یعنی نہ یہ خاص معنیٰ میں دیوبندی اور نہ وہی دیوبندی، تعلق دونوں بزرگوں کو دیوبند کے بزرگوں سے بھی تھا اور دیوبند کے بزرگوں کو ان دونوں سے بلکہ حضرت گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بعض بزرگان دیوبند کا ارادتمندانہ تعلق رہا ہے اور ان کے مزار کو بریلی والے بھی مانتے ہیں۔ حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو، مگر دیوبندیوں پر وار کرنے کے جنون میں جیسے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ہاتھ صاف کئے گئے ویسے ہی حضرت گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی اس جنون کی زد سے نہیں بچ پائے۔ ان کے متعلق سوانح قاسمی کے مصنف مولانا گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک روایت نواب صدر یار جنگ کے حوالے سے یہ درج کی ہے کہ

"۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے مقابلے میں جو لوگ لڑ رہے تھے ان میں حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، اچانک ایک دن مولانا کو دیکھا گیا کہ بھاگے جا رہے ہیں اور کسی چوہدری کا نام لے کر جو باغیوں کی فوج کی افسری کر رہے تھے، کہتے جاتے تھے کہ لڑنے سے کیا فائدہ؟ خضر کو تو میں انگریزوں کی صف میں پا رہا ہوں۔"

دوسری ایک روایت اسی سلسلے میں انہی راوی نے مولانا گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیان فرمائی کہ "غدر کے بعد جب گنج مرادآبادی کی ویران مسجد میں حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب جا کر مقیم ہوئے تو اتفاقاً اسی راستے سے جس کے کنارے مسجد ہے، انگریزی فوج گزر رہی ہے۔ مولانا مسجد سے دیکھ رہے تھے اچانک مسجد کی سیڑھیوں سے اتر کر دیکھا گیا کہ انگریزی فوج کے ایک سائیس سے ...... باتیں کر کے پھر مسجد واپس آ گئے۔" اس کے آگے راوی (نواب صدر یار جنگ) کا بیان ہے کہ

"اب یاد نہیں رہا، پوچھنے پر یا از خود فرمانے لگے کہ سائیس جس سے میں نے گفتگو کی تھی یہ خضر تھے۔ میں نے پوچھا یہ کیا حال ہے؟ تو جواب میں کہا حکم یہی ہوا ہے۔"

اس کے بعد مولانا گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے۔

"یہ روایت نواب صاحب سے سنی ہوئی ہے، باقی خود خضر کا مطلب کیا ہے۔۔؟ حضرت "حق" کی مثالی شکل تھی جو اس نام سے ظاہر ہوتی ہے، تفصیل کیلئے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ کی کتابیں پڑھیے گویا جو کچھ دکھایا جا رہا تھا (یعنی انگریزوں کا

غلبہ) ''اسی کے باطنی پہلو کا یہ مکاشفہ تھا''

(حاشیہ سوانح قاسم ج ۲ ص ۱۰۳)

اس پر معترض سعیدی صاحب وہ معترضانہ سوال فرماتے ہیں کہ جس کا ذکر پہلے کر دیا گیا کہ پھر ''ان باغیوں کیلئے کیا حکم ہے جو حضرت خضرؑ سے لڑنے آئے تھے؟ ان کا حکم۔۔۔۔۔؟ ان کا حکم وہی ہے جو ان حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام کیلئے جناب ارشاد فرمائیں گے جو حضرت خضر علیہ السلام سے (باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر ان کا علم لدنی دیکھنے ان کے پاس گئے تھے) ان کے ہر فعل پر لڑ جاتے تھے اور بالآخر ان سے جدائی پر مجبور ہو گئے! پتہ نہیں قرآن میں بیان کیا گیا یہ قصہ آپ کو معلوم بھی ہے یا نہیں؟

یہ جواب تو ہوا معترض صاحب کے سوال کی معقولیت و نامعقولیت کو ناپے بغیر لیکن اس نظر سے جانچنے کے بعد خود آپ سے پہلا سوال یہ ہے کہ کیا اس روایت میں حضرت شاہ فضل الرحمٰن صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے علاوہ کسی اور کیلئے بھی لکھا ہے کہ اسے خضرؑ نظر آئے۔۔۔؟ حضرت شاہ صاحب کو نظر آئے تھے وہ میدان سے ہٹ گئے۔ دوسروں کو نظر آنے کا جب کوئی ذکر نہیں تو اس اعتراض کا کیا تک کہ وہ حضرت خضر سے لڑ رہے تھے۔ اس ضمن ایک دلچسپ بات یہ بھی محسوس ہوتی ہے کہ سوانح قاسمی میں اس روایت کے ذکر سے معترض نے حقیقتی یہی سمجھ لیا کہ یہ شاہ فضل الرحمٰن صاحب بھی حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ کے دوش بدوش دوآبہ کے علاقے میں انگریزوں سے لڑ رہے تھے۔ چنانچہ سوال کرنا چاہئے کہ جب ان کے ایک ساتھی بزرگ نے یہ اطلاع انہیں دے دی تھی پھر کیوں وہ انگریزوں سے لڑتے رہے؟ بے چارے معترض صاحب کو یہ پتہ نہیں کہ شاہ فضل الرحمٰن صاحب اودھ میں تھے اور اودھ دوآبہ سے کافی دور ہے۔

خیر یہ دلچسپ بات تو اپنی جگہ، ذرا دوسرا سوال کرنے دیجئے کہ حضرت یہ آپ نے کہاں پڑھا ہے کہ اگر کسی دشمن فوج کے متعلق کسی بزرگ کا یہ مکاشفہ معلوم ہو جائے کہ حضرت خضر کی شکل یا کسی دوسری شکل مشیت خداوندی اس دشمن فوج کے ساتھ ہے تو مقابلہ میں لڑنے والے مسلمانوں کو ہتھیار پھینک کر ضرور میدان سے ہٹ جانا چاہئے ورنہ وہ بجائے غازی اور مجاہد کے گنہگار ہوں گے؟

آپ نے کہیں کچھ پڑھا بھی ہے یا یوں ہی نام ''محمد فاضل'' ہو گیا؟ علامہ صاحب! کسی بھی بزرگ کا مکاشفہ کسی دوسرے پر حجت نہیں، یہ صرف پیغمبروں کا مرتبہ ہے کہ ان کا مکاشفہ بھی وحی کے ہم رتبہ اور حجت!

اور چلئے سب باتیں آپ ہی کی ٹھیک! خدا آپ کے جنون اعتراض کو عمر دراز دے اس کے صدقے میں ایک جگہ تو آپ نے مان لیا کہ یہ دیوبند کے بزرگ انگریزوں سے لڑے تھے، حق اسی طرح سر چڑھ کر بولا کرتا ہے اور اس لئے اب اپنی زبان کے مطابق خود آپ کے اپنے ''سر پہ چڑھ کر آواز دینے والے'' اس سوال کا جواب ارشاد فرمائیے کہ آپ جو ان بزرگوں کی انگریزوں سے جنگ و جہاد کو اب تک ''افسانہ'' ٹھہراتے آ رہے ہیں وہ سب آپ کا جھوٹا اور جعل تھا یا نہیں؟

اس کے بعد ایک بات جو اوپر اشارہ میں آئی ہے عوام کیلئے ذرا کھول کر کہہ دینا چاہئے کہ مسلمانوں کا غلبہ ہو یا ان کے دشمنوں کا غلبہ سب خدا ہی کے اور اس کے اذن و مشیت سے ہوتا ہے۔ انگریزوں کا غلبہ ۱۸۵۷ء میں بلاشبہ اسی اصول کے ماتحت ہوا اور اسی مشیتی اور تکوینی تائید و نصرت کو صاحب کشف بزرگ صورت خضر وغیرہ میں دیکھا کرتے ہیں۔ اس کے ظاہر کر دینے کا نام کوئی ''دشمنان اسلام کی بارگاہ میں نیازمندی'' رکھے جیسا کہ معترض صاحب نے کیا ہے تو یہ محض جہالت ہے یا خدا سے بے خوف ہو کر ابلہ فریبی۔

اعتراض ۱۴: سیرت سید احمد شہید ص ۹۰ ج ۱ میں ہے کہ انگریز گھوڑے پر سوار چند پالکیوں میں کھانا لیکر آیا۔

جواب: بریلوی اگر پوری عبارت ہی نقل کر دیتے تو کسی بھی صاحب فہم کو کوئی مغالطہ نہ ہوتا پوری عبارت یہ ہے:

ایک انگریز گھوڑے پر سوار چند پالکیوں پر کھانا رکھے کشتی کے قریب آیا اور پوچھا کہ پادری صاحب کہاں ہیں؟ حضرت نے کشتی پر سے جواب دیا کہ میں یہاں ہوں انگریز گھوڑے سے اترا اور ٹوپی ہاتھ میں لیکر کشتی پر پہنچا اور مزاج پرسی کے بعد کہا کہ تین روز سے میں نے اپنے ملازم یہاں کھڑے کردئے تھے کہ آپ کی آمد کی اطلاع کریں آج انھوں نے اطلاع کی کہ اغلب یہ ہے کہ حضرت آج قافلے کے ساتھ تمہارے مکان کے قریب پہنچیں یہ اطلاع پاکر غروب آفتاب تک کھانے کی تیاری میں مشغول رہا تیار کرانے کے بعد لایا ہوں سید صاحبؒ نے حکم دیا کہ کھانا اپنے برتنوں میں منتقل کرلیا جائے کھانا لے کر قافلے میں تقسیم کردیا گیا اور انگریز دوتین گھنٹے رہ کر چلا گیا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ انگریز کمپنی کے ملازمین میں سے نہیں تھا بلکہ نیل کا ایک تاجر تھا۔﴿مخزن احمدی ص ٦٦، ٦٧ سیرت احمد شہید حصہ اول ص ٢٣٧ طبع چہارم، خواجہ بک ڈپو اردو بازار لاہور﴾

یہ واقعہ اس دور کا ہے جب کہ حضرت سید صاحب اور ان کے مجاہد ساتھی قصبہ دھمد مہ سے الٰہ آباد کی طرف روانہ ہوئے اور سکھوں کے مقابلے کیلئے سرحد پہنچنا چاہتے تھے مگر ابھی تک سکھوں سے جہاد شروع نہیں ہوا تھا اور حضرت سید صاحب کی جماعت ایک اصلاحی اور تبلیغی جماعت تھی جو توحید وسنت کی نشر واشاعت اور شرک وبدعت اور بدرسوم کی بیخ کنی میں مصروف تھی اس انگریز نے عالم اور مصلح ہونے کی وجہ سے حضرت سید صاحب کو اپنی اصطلاح میں پادری سے تعبیر کیا اور کھانا بھی کمپنی کے کسی انگریز ملازم نے تیار نہیں کرایا تھا بلکہ وہ نیل کا ایک تاجر تھا اس سے یہ ثابت کرنا کہ اس جماعت کا انگریزوں کے حکمران طبقہ سے ملاپ تھا یا جماعت انگریز کمپنی کے خلاف نہ تھی قطعاً غلط ہے۔

آنحضرت ﷺ اور آپ کے چند صحابہ کرام خیبر کے غزوے سے متصل بعد ایک یہودی عورت کی دعوت قبول کی تھی جس میں اس نے زہر ڈالا تھا جس کا آپ ﷺ پر بھی اثر ہوا (بخاری ج ا ص ٣٥٦، ج ٢ ص ٦١٠)

اور حضرت بشرؓ بن براء بن معرور اس زہر کی وجہ سے جانبر نہ ہوسکے (ابوداود ج ٢ ص ٢٦٤)

کیا کوئی مسلمان یہ جرات کرسکتا ہے کہ معاذ اللہ یوں کہے کہ آپ ﷺ کا یہودیوں کے ساتھ گٹھ جوڑ تھا اسلئے ان کی دعوت قبول کی تھی۔؟۔ بخاری ج ا ص ٣٥٦ میں مستقل باب ہے "باب قبول الہدیۃ من المشرکین" یعنی مشرکین کا ہدیہ قبول کرنا اور پھر مرفوع احادیث اس کے ثبوت میں پیش کی ہیں۔ کیا اس کا یہ مطلب ہوگا کہ معاذ اللہ کہ آپ ﷺ کی ہدیہ قبول کرنے کی وجہ سے مشرکوں سے سازباز تھی۔؟؟۔

آثار سحر کے ہیں اب رات کا جادو ٹوٹ چکا
ظلمت کے بھیانک ہاتھوں سے تنویر کا دامن چھوٹ چکا

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ۔